

معرفہ نامہ

حَقِيقَةُ الصَّلَاةِ

تَفْسِيرُ سُورَةِ فَاتِحَةِ

تسہیل و ترتیب

مولانا محمد عطاء الرحمن



مألف و مؤلف

حضرت امیر المؤمنین سید احمد رضا علیہ السلام

تحقیق و تہ

حضرت مولانا اکرم محمد عبدالحق علیہ السلام

کتاب..... معرفت نامہ

مؤلف..... حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ..... مولانا محمد عواذ

اشاعت ۱..... رجب ۱۴۴۲ھ

تعداد:..... ۱۰۰۰

صفحات..... ۸۸

قیمت..... ۱۰۰ روپے

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

مکتبۃ الایمان دکان نمبر ۱۳۱، ندیم ٹریڈ سینٹر، محلہ جنگی، عقب قصہ خوانی بازار پشاور 0321-9013592

مکتبہ ابن مسعود، مدرسہ عبداللہ بن مسعود، چشمہ جات نزد کمپنی باغ کوہاٹ 0321-5782621

مکتبہ عثمان علی، نزد بندھن شادی ہال، کوثر کالونی بہاولپور 0321-6837145

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ 081-2662263



فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	*
۴	تعارف	*
۷	ادنیٰ خدمت	*
۲۱	تفسیر سورۃ فاتحہ	*
۳۹	تفسیر سورۃ فاتحہ (اصل عبارت)	*
۵۱	خلاصہ رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ	*
۵۹	رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ	*
۷۸	افادات	*
۷۸	”تفسیر سورۃ فاتحہ“ اور ”حقیقۃ الصلوٰۃ“.....مختصر تعارف	*
۸۱	ایک تاریخی عبارت	*
۸۳	حقیقۃ الصلوٰۃ کی تاریخی حیثیت	*
۸۶	تاثیر کا عالم	*
۸۷	حضرت سید صاحب کی ایک جہادی عبارت	*



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تعارف

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ..... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ..... اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ!

اللہ تعالیٰ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائیں..... وہ

”جامع الکملات“ شخصیت تھے..... ان کی جہادی خدمات الحمد للہ معروف

و مشہور ہیں..... ان پر بہت کچھ لکھا جا چکا اور ان شاء اللہ مزید بھی لکھا جائے گا.....

جبکہ ان کی ”علمی خدمات“ پر ہمارے زمانے کے محقق عالم دین حضرت اقدس

مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض یادگار مضامین رقم فرمائے

ہیں..... ان کی تحقیق کے مطابق حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف خود ان کی

حیات میں شائع ہوئیں:

۱ تفسیر سورۃ فاتحہ

۲ حقیقۃ الصلوٰۃ

یہ دونوں رسالے پہلی بار حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ۱۳۷۷ھ

کلکتہ سے شائع ہوئے..... حضرت چشتی صاحب رحمۃ اللہ نے ان دونوں ”رسائل“ پر تحقیقی تبصرہ رقم کیا ہے اور ان رسائل کو ان کی بالکل اصل شکل میں شائع فرمایا ہے..... انہوں نے ان رسائل کی عبارت جیسے تھی ویسے رکھی اور یوں اس علمی، ادبی امانت کی حفاظت کا حق اداء فرمایا..... قارئین سے گزارش ہے کہ حضرت چشتی صاحب رحمۃ اللہ کی یہ کتاب ضرور حاصل کریں اور اسے دوسروں تک بھی پہنچائیں..... کتاب کا نام ہے..... ”سید احمد شہید رحمۃ اللہ کی اردو تصانیف و اردو ادب پر ان کی تحریک کا اثر اور سید شہید رحمۃ اللہ کا فقہی مسلک“..... صرف (۹۵) صفحات پر مشتمل یہ مختصر سی کتاب ”دریاد رکوزہ“ ہے..... اور اسے ”الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی“ نے شائع کیا ہے..... اس کتاب میں موجود حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ کے دونوں رسالے..... مسلمانوں کے لیے از حد مفید ہیں..... مگر ان رسالوں کی ”زبان“ موجودہ دور کے لحاظ سے ”کچھ مشکل“ ہے..... ضرورت محسوس ہوئی کہ ان مبارک اور مفید رسائل کو قدرے آسان کر کے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچایا جائے..... چنانچہ ہم نے ”تفسیر سورۃ فاتحہ“ مکمل آسان زبان میں لکھ دی ہے..... اور ”حقیقۃ الصلوٰۃ“ کو ”خلاصے“ اور ”حواشی“ کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے..... اب یہ تحفہ اور ادنیٰ سی خدمت..... حاضر خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ”سورہ فاتحہ“ کی سمجھ ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مقبول اور جاندار نماز نصیب فرمائیں حضورِ قلب والی نماز یہ ان دو رسائل میں حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ”فکر“ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عجیب شان والی تاثیر عطاء فرمائی ہے کہ ان کی دعوت سیدھی دل تک پہنچتی ہے اور دل کی دنیا بدل ڈالتی ہے ہمارا یہ مختصر ”مجموعہ“ دراصل حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف کا فیض ہے مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہم نے ان کی تصنیف سے کچھ نکات کی خوشہ چینی اور کچھ مفید اضافات کیے ہیں اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کو آسان بنانے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اللہ تعالیٰ نافع بنائیں۔

محمد عواد زہر
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
بمطابق 6 جنوری ۲۰۲۱ء
لیلة الخمیس



ادنیٰ خدمت

اللہ تعالیٰ میری اور آپ سب کی نماز..... جاندار بنائیں، شاندار بنائیں.....
ایسی نماز نصیب فرمائیں جو قبول ہو..... اور ایسی نہ ہو کہ..... گندے کپڑے کی
طرح واپس ہمارے منہ پر ماردی جائے۔

تھوڑا سا سوچیں

نماز کے بغیر ایمان کا سلامت رہنا بہت مشکل ہے..... اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ
ہمیں ”نماز“ کی توفیق بخشی ہے..... بے نمازی کا کچھ پتا نہیں کہ مسلمان رہتا ہے یا
نہیں..... ہمیں ”نماز“ نصیب ہوئی اس پر ہمیشہ شکر ادا کیا کریں..... ہر نماز کے
بعد باقاعدہ احسان مان کر شکر..... مگر ہمیں یہ فکر ہونی چاہیے..... اور ہمیشہ ہونی
چاہیے کہ..... ہماری ”نماز“ حقیقی نماز بن جائے..... نماز کیا ہے؟ شہنشاہ اعظم،
مالک الملک کے دربار میں حاضری..... رب العالمین سے باتیں اور
مناجات..... اور ایک روحانی سفر..... کیا ہماری نماز میں حاضری اور حضوری

ہے؟..... کیا اس میں بات چیت کا تبادلہ ہوتا ہے؟..... یعنی ہم بولیں اور وہ جواب ارشاد فرمائیں..... ہم مانگیں اور وہ قبولیت کا حکم صادر فرمائیں..... کیا ہم کبھی اپنی نماز میں زمین سے اوپر اُٹھے ہیں؟..... نہیں اُٹھتے تو پھر نماز ”معراج“ کیسے ہوگئی..... معراج میں تو ”عروج“ ہوتا ہے..... یعنی بلندی کا سفر..... اونچی پرواز..... نماز سب سے بڑی عبادت ہے..... اور عبادت وہ ہوتی ہے جو روح سے ہو، دل سے ہو، جسم سے ہو، جان سے ہو..... یعنی پوری غلامی، پکی غلامی..... اگر ہمیں نماز میں یہ ہی معلوم نہ ہو کہ ہم نے کیا پڑھا؟ کیا کہا؟ کیا سنا؟ اور کیا مانگا؟ تو پھر ہماری نماز..... نماز کیسے بنے گی؟..... تھوڑا سا سوچیں کہ..... ہم اگر بے توجہی والی نماز پڑھیں گے تب بھی وہی وقت لگے گا..... اور اگر توجہ سے پڑھیں گے تب بھی اتنا ہی وقت لگے گا..... نماز ہمیں اس لئے دی گئی کہ..... یہ ہماری سب سے اہم ضرورت ہے..... جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی ضرورت نہیں ہے..... یہ ہماری ضرورت ہے..... اللہ تعالیٰ ”الْغَنَى“ ہیں ”الْمُغْنَى“ ہیں اور ”الصَّمَدُ“ ہیں..... بے نیاز..... غنی بادشاہ..... کسی کی عبادت کے بالکل محتاج اور ضرورتمند نہیں..... جب کہ ہم انسان ”ظَلُوم“ ہیں بڑے ظالم..... ”جَهْلُول“ ہیں بڑے جاہل..... ”ضَعِيف“ ہیں بہت کمزور..... ”عَجُول“ ہیں بہت حیلہ باز..... ”قَتُور“ ہیں تنگ دل..... ”هَلُوع“ ہیں بے حوصلہ..... ہم ایک پانی کے قطرے

اور مٹی سے بنے ہیں..... ہم جسم کے اندھیروں میں قید..... اور خواہشات کے کنویں میں بند ہیں..... ہمیں ضرورت ہے علم کی، روشنی کی، طاقت کی، حوصلے کی، مضبوطی کی، نور کی..... اور آزادی کی..... یہ سب کچھ نماز سے ملتا ہے..... صرف یہی کچھ نہیں..... بہت کچھ ملتا ہے..... نماز ہمارے تمام مسائل کا حل ہے..... وہ دنیا کے مسائل ہوں یا آخرت کے..... نماز کے بغیر ہم انسان نہیں بن سکتے..... نماز کے بغیر ہم حقیقی مسلمان نہیں بن سکتے..... نماز کے بغیر ہم بااخلاق نہیں بن سکتے..... نماز کے بغیر ہم متقی نہیں بن سکتے..... نماز کے بغیر ہم اندھیروں سے نہیں نکل سکتے..... نماز کے بغیر ہم قبر اور آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے..... نماز کے بغیر ہم سکون نہیں پاسکتے..... اطمینان نہیں پاسکتے..... پاکیزہ رزق نہیں پاسکتے..... نماز کے بغیر ہم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق حاصل نہیں کر سکتے..... نماز کے بغیر ہم اس دنیا سے خوش و خرم آخرت کی طرف نہیں جاسکتے۔

نماز ہماری ضرورت ہے..... ایمان کے بعد سب سے بڑی ضرورت..... یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ انہوں نے ہماری یہ ضرورت پوری فرمائی..... ہمیں پانچ وقت کی فرض نماز..... جمعہ اور عیدین کا پر نور اجتماع اور وتر کی عزت والی نماز عطاء فرمائی..... اور چوبیس گھنٹے ہمارے لئے نماز اور سجدے کا دروازہ کھلا رکھا..... سوائے چند منٹ کے..... یہ چند منٹ چھوڑ کر باقی ہم جب چاہیں..... نماز کے

براق پر سوار ہو کر..... بارگاہِ الہی میں حاضر ہو سکتے ہیں..... اُن سے جی بھر کر باتیں کر سکتے ہیں..... اُن کا محبت بھرا جواب پاسکتے ہیں..... اُن سے اپنے مسائل حل کروا سکتے ہیں..... اور اُن کے بہت ہی قُرب کا مقام سجدے میں حاصل کر سکتے ہیں..... اس لئے ہر مسلمان اپنی نماز کو حقیقی نماز بنانے کی فکر کرے، دعاء کرے، محنت کرے۔

ایک بہت عجیب اور پُر کیف منظر

اللہ کرے یہ منظر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سب کے دلوں میں اُتر جائے..... یہ ”منظر“ اس قدر سچا اور حقیقی ہے کہ اسے خود ”اللہ تعالیٰ“ نے بیان فرمایا ہے..... یا اللہ! آپ کا بے حد شکر..... آپ نے یہ منظر ارشاد فرمایا..... اپنے بندوں پر اتنا عظیم احسان فرمایا..... اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ یہ منظر ایک ”حدیثِ قدسی“ کے ذریعہ ہمارے محبوب آقا مدنی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمت تک پہنچایا..... اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ..... اللہ تعالیٰ حضرت آقا محمد مدنی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی اور اُن کی شان کے مطابق جزائے خیر عطاء فرمائیں..... جَزَی اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِمَا هُوَ اَہْلُہٗ..... حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ حدیث اُمت کو حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے سنائی ہے..... اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کی والدہ معظمہ

محترمہ کو جزائے خیر اور مغفرت کاملہ عطاء فرمائیں..... حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ..... اپنی حیات مبارکہ میں اُن سب مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعاء مانگا کرتے تھے جو مسلمان..... اُن کے لئے اور اُن کی والدہ محترمہ کے لئے استغفار کریں..... اسی لئے ہم کہتے ہیں..... اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ لِاُمِّهِ..... مَرْضٰی اللہ عَنْہُمَا..... پھر یہ حدیث مبارکہ ہم تک..... کئی سچے اور ثقہ راویوں کے ذریعے حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پہنچائی..... اللہ تعالیٰ اُن تمام راوی حضرات اور امام مسلم کو جزائے خیر اور مغفرت عطاء فرمائیں..... ہم نے مسلم شریف کی یہ حدیث اپنے صاحب علم و عمل و تقویٰ استاذ حضرت اقدس مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی..... وہ شاگرد تھے امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے..... اللہ تعالیٰ حضرت استاذ محترم..... اور اُن کے استاذ محترم امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ..... اور آگے امام مسلم تک اُن کے تمام اساتذہ کی مغفرت فرمائیں اور انہیں جزائے خیر عطاء فرمائیں..... لیجئے منظر دیکھئے اور اسے بار بار پڑھ کر اور دوسروں کو بار بار سنا کر اپنے دل پر نقش کر لیں..... مجھے یقین ہے کہ..... اس کی برکت سے ہماری نماز میں ایک عجیب نور اور ایک عجیب لذت آجائے گی۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے نماز (یعنی سورۃ فاتحہ) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے..... اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے پس جب بندہ کہتا ہے: {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مُحَمَّدَنِي عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری حمد کی ہے) اور جب بندہ کہتا ہے: {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”أَتْنِي عَلَى عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری ثناء بیان کی ہے) اور جب بندہ کہتا ہے: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مُحَمَّدَنِي عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے) جب بندہ کہتا ہے: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ“ (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا) پھر جب بندہ کہتا ہے: {إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ“ (یہ

میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے
جو اس نے مانگا۔“

[صحیح مسلم، حدیث رقم: ۳۹۵، ط، دار الکتب العلمیہ - بیروت]

سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیسا عجیب، حیرت انگیز اور خوشنما منظر ہے..... ہم
نے ”فاتحہ شریف“ شروع کی..... اور رابطہ شروع ہو گیا..... ہم پڑھ رہے ہیں اور
وہاں سے تصدیق آرہی ہے کہ..... ہاں میرے بندے تو نے سچ کہا..... ہم مانگ
رہے ہیں..... اور وہاں سے منظوری کا فیصلہ نقد سنایا جا رہا ہے..... بندے کے
پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کا جواب ضرور آتا ہے..... مگر بندہ کچھ سمجھے بھی کہ وہ کیا پڑھ رہا
ہے؟ کیا بول رہا ہے؟..... اور کیا اُسے اپنے بولے کا یقین بھی ہے یا نہیں؟.....
پس جو بندہ سمجھ کر پڑھتا ہے..... اور اس پر یقین بھی رکھتا ہے تو اسے ضرور جواب ملتا
ہے..... بعض اللہ والے یہ جواب سنتے ہیں..... بعض کو یہ محسوس ہوتا ہے..... اور
بعض کو اس کی کیفیت سے سرشاری نصیب ہوتی ہے..... آپ سورۃ فاتحہ اس
طرح سے ہر نماز میں پڑھیں..... آپ کی نماز حلاوت، مٹھاس اور توجہ سے بھر
جائے گی..... اور آپ کا دل چاہے گا کہ..... بار بار فاتحہ پڑھتے رہیں..... تاکہ بار
بار جواب آتا رہے..... بات چیت ہوتی رہے..... اونچا سفر ملتا رہے..... جن
لوگوں کو اس کی توجہ نصیب نہیں ہے وہ نفل نماز میں یہ توجہ حاصل کریں..... سورۃ

فاتحہ کی ہر آیت سمجھ کر پڑھیں..... اور جواب ملنے کا یقین رکھیں..... اگر شیطان توجہ بھٹکا دے اور کوئی آیت بغیر توجہ گزر جائے تو اُسے دوبارہ پڑھیں..... آپ اس وقت تک لگے رہیں جب تک مکمل توجہ سے پوری سورۃ فاتحہ نہ پڑھ لیں..... مگر اس طرح صرف نفل نمازوں میں کریں..... فرض، وتر اور سنتوں میں سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں ایک بار ہی پڑھیں..... اور اس میں محنت اور ہمت کریں کہ اسے ٹھیک ٹھیک توجہ سے پڑھ لیں..... اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو سورۃ فاتحہ کا ترجمہ، مطلب اور مفہوم آتا ہو۔

ایک گزارش

سورۃ فاتحہ کی فضیلت اور الہی تقسیم کے بارے میں مسلم شریف کی جو روایت اوپر بیان کی گئی ہے اسے اچھی طرح بار بار پڑھیں..... بلکہ اچھا ہوگا کہ اسے یاد کر لیں..... اس طرح یہ مبارک جملے دل میں گونجتے رہیں گے..... مُحَمَّدَنِیْ عَبْدِیْ، اَنتَیْ عَلَیَّ عَبْدِیْ..... وغیرہ..... اور ہم جب بھی نماز یا نماز سے باہر سورۃ فاتحہ پڑھیں تو اس مبارک حدیثِ قدسی کو یاد رکھیں..... ان شاء اللہ ہم پر ”فاتحہ“ کھلتی چلی جائے گی..... اور سورۃ فاتحہ ہر خیر کی ”فاتحہ“ ہے..... یعنی ہر خیر کا دروازہ کھولنے والی۔

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ

اگلی بات پڑھنے سے پہلے..... کچھ مختصر تذکرہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کا..... بچپن سے ”ولایت“ کے عظیم مقام پر فائز ہونے والے..... اور جوانی ہی میں ”مجدد“ اور قطب کا مقام پانے والے..... حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ..... سبحان اللہ! کیا شان تھی اور کیا مقام..... مختصر سی زندگی مگر ایسی بھرپور کہ صدیوں عمر پانے والے بھی اس کے لیے ترسیں۔

حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر اب تک ہزاروں صفحات لکھے جا چکے ہیں..... اُمت کے کئی مقبول اہل علم..... اہل قلم نے اپنی زندگیاں حضرت سید صاحب کے حالات سمجھنے اور لکھنے کے لیے وقف کر دیں..... اور یہ مبارک سلسلہ تاحال جاری ہے..... حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۱ھ بمطابق 1786ء رائے بریلی میں پیدا ہوئے..... اور ۱۲۴۶ھ بمطابق 1831ء بالاکوٹ میں شہید ہوئے..... یعنی صرف پینتالیس سال کی عمر..... مگر کارنامے دیکھیں تو ایک ایک دن عشروں پر بھاری ہے..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو برصغیر میں ”احیاء جہاد فی سبیل اللہ“ کے لیے منتخب فرمایا..... آپ کو بے شمار عبقری صفات عطاء

فرمائیں..... اور آپ سے جہاد کا ایسا کام لیا جو ان شاء اللہ تاقیامت جاری رہے گا..... جہاد کی اصل محنت کے ساتھ ساتھ آپ نے ”احیاء حج“ کا بھی بیڑہ اٹھایا..... اس وقت جب کہ ہندوستان میں سفر حج کی منسوخی کے فتوے چل رہے تھے آپ اپنے چار سو رفقاء کرام اور اہل خانہ کے ساتھ بالکل خالی ہاتھ حج کے لیے نکل کھڑے ہوئے..... رائے بریلی سے مکہ مکرمہ تک کا یہ سفر آپ نے دس مہینے میں طے فرمایا..... کلکتہ پہنچنے تک آپ کے رفقاء حج کی تعداد ساڑھے سات سو ہو گئی..... راستے میں ہزاروں افراد آپ کے روحانی اور علمی فیض سے مستفید ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا..... حج کے تمام انتظامات اللہ تعالیٰ کے فضل سے برابر ہوتے چلے گئے..... اور آپ نے ۱۲۳۵ھ بمطابق 1822ء والے سال ”حج بیت اللہ“ کا شرف پایا..... گھر سے نکلنے سے لے کر واپس گھر آنے تک کا یہ سفر دو سال دس مہینے میں طے ہوا..... اور اس دوران ہر راستے اور ہر منزل پر آپ کا ”فیض عام“ جاری و ساری رہا..... حج سے واپسی کے بعد آپ ہمہ تن جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری میں مشغول ہو گئے..... بڑے بڑے اہل علم اور صاحبِ تاثیر اللہ والے بزرگ..... اس عظیم تبدیدی محنت میں آپ کے ہم قدم تھے..... بہت ہی عجیب داستان ہے..... بس ایمان تھا اور ایمان

کی بہاریں..... جہاد تھا اور جہاد کے انوارات..... ۱۲۴۱ھ بمطابق 1826ء
 آپ نے ہجرت و جہاد کا یہ طویل اور ایمان افروز سفر شروع فرمایا جو بالآخر ۲۴
 ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق 6 مئی 1831ء..... بالاکوٹ میں مکمل ہوا..... حج
 بیت اللہ کے موقع پر ایک مرتبہ طواف میں خیال آیا کہ اہل و عیال ساتھ ہیں.....
 اب ہندوستان کیوں واپس جاؤں، جو دارالحرب ہے؟..... بہتر ہے حرم پاک ہی
 میں بیٹھا رہوں..... لیکن غیب سے اشارہ ہوا کہ تم یہاں بیٹھے رہو گے تو ہم اپنا کام
 کسی دوسرے سے لیں گے..... اس پر واپسی کا ارادہ پختہ ہو گیا..... ”اپنا کام“
 یعنی جہاد فی سبیل اللہ..... حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بچپن سے اسی کام کی فکر اور
 تڑپ دل میں لیے ہوئے تھے..... اور پھر جوں جوں آپ کا روحانی مقام بلند ہوتا
 چلا گیا..... اسی قدر جہاد کے ساتھ آپ کی محبت بڑھتی چلی گئی..... بس حرم شریف
 کے انوارات کی لذت میں تھوڑی دیر کے لیے..... سفر جہاد مؤخر کرنے کا ارادہ
 دل میں آیا تو فوراً تنبیہ ہو گئی اور آپ حج کے بعد واپس روانہ ہو گئے۔

صفتِ تاثیر

حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جن بے شمار نعمتوں اور صفات

سے نوازا..... ان میں سے ایک اہم صفت..... آپ کی قوتِ تاثیر تھی..... اللہ تعالیٰ نے آپ کے کلام اور آپ کی بات میں تاثیر رکھی تھی کہ..... وہ فوراً سننے والے کے دل میں اتر جاتی تھی..... اللہ تعالیٰ کے ہر مقبول ولی کی طرح حضرت سید صاحب شہید بھی..... نماز اور نماز کی تعلیم کا خاص اہتمام فرماتے تھے..... توجہ اور خشوع والی نماز سکھانے پر ہی زمانے کے کئی بڑے اہل علم آپ کے معتقد اور سرید ہوئے..... اس بارے حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بہت معروف ہے ان حضرات نے شرط رکھی تھی کہ اگر حضرت سید صاحب ہمیں دو رکعت نماز ایسی ادا کروادیں جس طرح کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز تھی تو ہم آپ کے مقامات اور آپ کی ولایت کے قائل ہو جائیں گے..... حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات ان کو دو رکعت نماز ادا کروائی تو وہ زندگی کے آخری دم تک آپ کے ہدم، رفیق، خادم اور مرید رہے..... حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز کا طریقہ خود بیان فرمایا کرتے تھے..... آپ کے بعض اہل علم مریدین نے حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان نقل کر لیا اور پھر یہ رسالے کی صورت میں ”حقیقۃ الصلوٰۃ“ کے نام سے..... حضرت سید صاحب شہید کی زندگی میں ہی شائع ہونا شروع ہو گیا..... اسی طرح حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

سورہ فاتحہ کی بہت عجیب تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے..... اس زمانے کے کئی نامور اہل علم حضرت سید صاحب کی تفسیر سورہ فاتحہ سن کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے..... آپ کی یہ تفسیر حضرت اقدس مولانا عبدالحی صاحب نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمائی..... اور یہ بھی حضرت سید صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں شائع ہونا شروع ہو گئی۔

ادنیٰ خدمت

الحمد للہ حضرت سید صاحب شہید رحمہ اللہ کے یہ دونوں رسالے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا..... اور حقیقت یہ ہے کہ بہت فائدہ ہوا..... حالانکہ تفسیر کے طالب علم کے طور پر ان رسالوں میں بظاہر کوئی نئی بات نظر نہیں آئی..... تقریباً وہی کچھ تھا جو عرصے سے پڑھتے پڑھاتے چلے آ رہے ہیں..... مگر حضرت سید صاحب شہید رحمہ اللہ کی ”قوت تاثیر“ نے یہاں بھی اپنا رنگ دکھایا..... اور یوں محسوس ہوا کہ پہلی بار ایسی تفسیر اور نماز کا ایسا طریقہ پڑھ رہے ہیں..... چنانچہ دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان مؤثر اور ایمان افروز تحفوں کو..... آسان الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچایا جائے..... حضرت سید صاحب شہید رحمہ اللہ کے ساتھ جو قلبی تعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نصیب فرمایا ہے..... اس کا بھی تقاضا تھا کہ.....

آپ کے کام کی کچھ خدمت کی جائے..... چنانچہ اسی سلسلے میں یہ ادنیٰ سی خدمت
 ”معرفت نامہ“ کے نام سے..... حاضر خدمت ہے..... اللہ تعالیٰ مقبول
 فرمائیں..... اور دارین میں نافع بنائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَتَامِرٍ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ تَسْلِيْمًا
 كَثِيْرًا كَثِيْرًا
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

محمد بن عبد الوہاب

۳ جمادی الآخر ۱۲۴۲ھ

بمطابق ۱۶ جنوری ۲۰۲۱ء

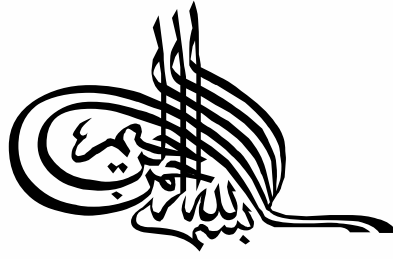


تفسیر سورۃ فاتحہ

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ
کی مبارک تصنیف کی آستان اردو ہاٹل

از قلم:

مولانا محمد عواذ



اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے دعاء کا طریقہ سکھایا ہے..... اور اللہ تعالیٰ کے سکھائے برابر کسی کا سکھایا نہیں ہوتا اس لئے اس سورت کا بڑا بلند مقام ہے۔

دعاء کا مطلب ہے مانگنا..... اور اس میں عام دستور جسے سب لوگ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ..... کسی کی صفات کو دیکھ کر ہی اس سے مانگا جاتا ہے..... ویسے تو سب انسان خود محتاج اور کمزور ہیں..... مگر پھر بھی ان میں سے جو سخی ہیں، بااخلاق ہیں، باہمت ہیں اور صاحب استطاعت ہیں تو ضرورت مند لوگ انہیں سے سوال کرتے ہیں..... جو شخص سخاوت نہ رکھتا ہو اس سے نہیں مانگا جاتا..... جو سخی ہو مگر بداخلاقی سے دیتا ہو تو شرفاء اس سے بھی کچھ نہیں مانگتے..... جو سخی ہو اور بااخلاق بھی ہو مگر دینے کے بعد فخر کرتا ہو، سناتا ہو، احسان جتلاتا ہو تو باعزت لوگ اس سے بھی مانگنا گوارہ نہیں کرتے..... یعنی کسی کی صفات دیکھ کر اور سمجھ کر ہی اس سے مانگا جاتا ہے..... جس کی اچھی صفات جس قدر کامل ہوں اسی قدر اس سے مانگنا اچھا ہوتا ہے اور حتیٰ کہ عزت بن جاتا ہے۔

(حضرت سید صاحب اس مثال کے ذریعہ یہ ترغیب نہیں دے رہے کہ لوگوں

سے سوال کیا جائے بلکہ عام انسانی طریقہ اور رواج بتا رہے ہیں..... انسانوں میں باہم مانگنے اور دینے میں ان باتوں کو دیکھا جاتا ہے..... گھر کے بڑے سے گھر والے اپنی ضروریات مانگتے ہیں..... بادشاہ اور حکام جو بیت المال کے نگران ہوتے ہیں تو ان سے بھی اہل حاجت نے مانگنا ہوتا ہے..... تو اس میں دینے والا جس قدر سخی مزاج، کھلے دل اور اچھے اخلاق والا ہو..... معزز لوگوں کے لئے اس سے مانگنا اسی قدر آسان ہوتا ہے..... اور بعض افراد تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے مانگنا سوال نہیں عزت بن جاتا ہے۔)

اب ایسے سخی، کریم، باختیار اور بااخلاق شخص سے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کی خوبیاں اور صفات بیان کی جائیں..... اور ایسے اچھے طریقے سے بیان کی جائیں کہ وہ اس کو پسند آئیں اور اسے ان باتوں کی صداقت کا احساس ہو اور وہ سمجھ لے کہ یہ باتیں دل کی عقیدت سے کی جا رہی ہیں..... پھر اس کے بعد اگر اس سے کچھ مانگا جائے تو وہ ہر گز رد نہیں کرتا..... محبت و عقیدت کے اس ماحول میں ”مانگنا“ اعزاز بن جاتا ہے اور اس سوال کا پورا ہونا ایسے یقینی ہوتا ہے جیسے آدمی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکال لے۔

جب انسانوں میں کسی سے مانگنے اور پانے کا رواج آپ نے سمجھ لیا تو اب بغیر مثال اور تمثیل کے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا معاملہ سمجھیں..... اور اس میں خالق

اور مخلوق کے درمیان جو فرق ہے اسے اپنے سامنے رکھیں کہ..... جب مخلوق میں یعنی بندوں میں ایسے باصفات افراد موجود ہیں کہ..... جن سے مانگنا بھی اعزاز اور جن سے ملنا بھی یقینی تو پھر جو خالق اور مالک ہے اس میں یہ صفات کس کمال درجے کی ہوں گی..... پس ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی ان عظیم صفات کو دل سے مان کر..... ایسے انداز سے بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے جواب میں فرمائیں کہ ہاں میرے بندے! تم نے سچ کہا..... اور جو کہا وہ بالکل درست کہا..... اس کے بعد بندہ سوال کرے تو اس کا سوال رد نہیں ہوتا، ضرور قبول ہوتا ہے۔

چنانچہ اس ”سورۃ مبارکہ“ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے کمالات تعلیم فرمائے کہ وہ..... ان پر یقین کرتے ہوئے دل کی توجہ اور حضوری سے انہیں بیان کریں..... اور اس پر اللہ تعالیٰ سے جواب پائیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے مانگیں..... اور اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات بیان کریں کہ دل میں یہ بات پکی بیٹھ جائے کہ..... ایسی صفات کے مالک کے دربار میں کوئی سوال رد نہیں ہوتا..... اللہ تعالیٰ کی ان خوبیوں اور صفات میں سب سے پہلے {الْحَمْدُ لِلّٰہ} ہے کہ..... جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں..... غیر کی نہیں..... فی الحقیقت وہی ہے خوبیوں والا..... اس میں سب خوبیاں آگئیں..... پھر اس کے بعد کئی خاص صفات کو بیان کیا جن سے بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اور بڑی محبت چمک

اٹھے..... اور ”مانگنے“ کے لئے جیسی تمہید چاہئے ویسی حاصل ہو جائے..... مگر یہ سب کچھ اسے ملتا ہے جو (سورۃ فاتحہ) سمجھ کر پڑھے..... اور اسے معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے..... جو غفلت، بے خیالی اور بے سمجھی میں پڑھے وہ اس نعمت کو نہیں پاسکتا..... حاصل یہ ہے کہ سوال مانگنا ایسا ہو کہ ضرور قبول ہو جائے..... اور ایسا بنتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات اور خوبیوں کو اس طرح بیان کرنے سے کہ..... اللہ تعالیٰ خود فرماویں کہ اے بندے! تو نے سچے دل سے کہا، ہاں میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے بیان کیا..... یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے بندوں کو سکھایا کہ وہ کہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

سب حمد اللہ ہی کو ہے (یعنی ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)

”حمد“ کہتے ہیں نیکی اور تعریف خوب کرنے کو..... (یعنی کسی کی خوبی اور اچھائی بیان کرنا اور اس کی بہت تعریف کرنا)..... مسلمان آدمی جب اپنے منہ سے کہتا ہے {اَلْحَمْدُ لِلّٰہ} تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں..... یہ بات جو اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے مجمل اور مختصر کہی اس پر لازم ہے کہ اس کا تفصیلی مضمون اور مطلب اس کے دل میں ہو اور اس کا دل اس مطلب پر مکمل یقین رکھتا ہو کہ..... واقعی ہر تعریف اور ہر خوبی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اب دل میں یہ یقین حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ..... جب بھی دل میں (اپنی یا) کسی کی بھی تعریف کا خیال آئے تو سمجھے کہ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے..... مثال اس کی یہ ہے کہ اگر کسی بہت بڑے درجے کے خوبصورت انسان کو دیکھے اور اس کے حسن کی تعریف کرے تو غور کرے کہ..... اس کی جو تعریف میں کر رہا ہوں اس کے حسن کی وجہ سے..... تو اس کا حسن اس کے اختیار اور قابو میں نہیں ہے..... اس نے اپنا حسن خود نہیں بنایا..... یہ حسن اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عطاء فرمایا ہے اور وہی اس کا خالق ہے..... جب حقیقت میں اس حسن کا مالک وہی ہے تو تعریف (یعنی حمد) بھی اسی کی کرنی چاہیے..... جبکہ اس انسان کی تعریف اگرچہ جائز ہے مگر ایک طرح کی غفلت ہے..... پس یہی حال ہر خوبی کا ہے، وہ سخاوت ہو یا شجاعت، سب میں یہی بات سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی یہ چیز ہے..... (یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی یہ خوبی بنائی ہے اور کسی کو عطاء فرمائی ہے) تو اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں (یعنی حمد) بے شمار ہیں..... جس بندے میں بھی کوئی اچھی صفت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی بخشش اور عطاء سے ہے کہ انہوں نے اپنے بندے کو تعریف کے قابل کوئی چیز دی ہے..... (اسی طرح جب اپنی خوبیوں پر نظر جانے لگے تو تب بھی کہے: {الْحَمْدُ لِلّٰهِ}..... تمام خوبی اور تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے..... میرے پاس جو کچھ بھی اچھا ہے وہ سب ان کا عطاء فرمایا ہوا ہے.....

اور جو اچھائی مجھ سے ہوتی ہے ان کے کرم اور فضل سے ہوتی ہے۔)

رَبِّ الْعَالَمِينَ

پرورش کرنے والا ہے سارے جہانوں کا

اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس چیز کے بھی عالم (یعنی جہان) ہیں..... ان سب کی پرورش اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..... پرورش صرف کھلانے پلانے پر ہی موقوف نہیں..... کھلانا پلانا بھی ایک پرورش ہے..... جبکہ ”فرشتوں کی پرورش“ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسی عنایت فرماتا ہے کہ جس سے ان کا کمال بڑھ جائے اور خوشی زیادہ حاصل ہو..... پس فرشتے بھی پرورش سے خالی نہیں..... (اللہ تعالیٰ ان کی بھی پرورش فرماتے ہیں)..... لوگوں میں بھی اگر کوئی شخص کسی کو بہت خوش کر دے اور اس پر خاص مہربانی کرے تو اس کی وجہ سے وہ آدمی تروتازہ اور صحت مند ہو جاتا ہے..... یہ کھانا دینے سے بھی بڑی پرورش ہوتی ہے..... فرشتوں کی پرورش اللہ تعالیٰ انہیں اپنی عنایت (یعنی خاص توجہ اور مہربانی) عطاء کر کے فرماتے ہیں..... {رَبِّ الْعَالَمِينَ} بہت بڑی صفت ہے..... کیونکہ وہ پرورش فرماتا ہے تمام جہانوں کی..... جن کی کوئی حد نہیں ہے..... دوست ہوں یا دشمن..... اچھے ہوں یا برے وہ بھوکوں کو بغیر سوال کے پالتا ہے..... پس جو ”رب“ ایسا ہو تو وہ ضرور سوال (یعنی دعاء) قبول فرماتا ہے۔

مسئلہ:

جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر..... اس کی تعریف اپنے دل کے یقین کے ساتھ کرے..... اور اسے یہ معلوم ہو کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بالکل سچ اور حقیقت ہے..... اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے..... تو ایسے بندے کی طرف اللہ تعالیٰ خود متوجہ ہوتا ہے اور اسے جواب ارشاد فرماتا ہے کہ..... بے شک میں ایسا ہی ہوں..... اے میرے بندے! تو نے ٹھیک کہا اور اچھا کہا..... اللہ تعالیٰ کا یہ جواب ہر بندے پر اس کے مرتبے کے موافق ظاہر ہوتا ہے..... کوئی بندہ یہ جواب سنتا ہے، کسی کو اس کا الہام ہوتا ہے، اور کسی کو دل میں ایک طرح کی تسکین، خوشی اور طمانینت محسوس ہوتی ہے کہ..... اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس کی حمد و ثناء کو قبول فرما رہے ہیں..... پس جو بندہ بھی حضور دل (یعنی دل کی مکمل حاضری اور توجہ کے ساتھ) اچھی طرح سمجھ کر پڑھتا ہے اور سوال کرتا ہے تو اسے یہ بات ضرور نصیب ہوتی ہے۔

(افادہ: حضرت سید صاحب کی یہ بات سمجھنے کے لیے درج ذیل حدیث

شریف ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں نے نماز (یعنی سورۃ فاتحہ) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے..... اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے پس جب بندہ کہتا ہے: {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مَجْدَنِي عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری حمد کی ہے) اور جب بندہ کہتا ہے: {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”أَتْنِي عَلَى عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری ثناء بیان کی ہے) اور جب بندہ کہتا ہے: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مَجْدَنِي عَبْدِي“ (میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے) جب بندہ کہتا ہے: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ“ (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا) پھر جب بندہ کہتا ہے: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ“ (یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے

جو اس نے مانگا۔“

[صحیح مسلم، حدیث رقم: ۳۹۵، ط، دار الکتب العلمیہ - بیروت]

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

بہت رحم والا، ہمیشہ کو رحم کرتا ہے

لوگوں میں سے جو شخص دوسروں پر مہربانی کرتا ہے، اس سے اگر ہر کوئی وقت بے وقت مانگے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور کبھی کبھی ناراض ہو کر..... سخت بات کہنے لگتا ہے اور جھنجھلاتا ہے..... جبکہ اللہ تعالیٰ {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} ہے..... اللہ تعالیٰ کا رحم بہت زیادہ ہے (نہ ختم ہونے والا) اور ہمیشہ ہے (نہ رکنے والا)..... وہ کسی کے مانگنے اور کسی کی پرورش کرنے سے تنگ نہیں ہوتا اور نہ ہی اکتاتا ہے..... اس سے تو جتنا کوئی مانگے تو اتنا زیادہ خوش ہوتا ہے..... اسی لئے اس نے {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} فرمایا۔

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

مالک ہے جزا کے دن کا

”جزا“ کا دن ”قیامت“ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ”مالکیت“ (یعنی مالک ہونا) ہمیشہ ہے..... دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی..... مگر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ..... دنیا میں اور لوگ بھی بظاہر ”مالک“ کہلاتے ہیں..... اگرچہ ان کی ملکیت

عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہے..... کیونکہ اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے..... لیکن قیامت کے دن یہ عارضی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی..... جیسے دنیا میں کوئی شخص کہ کسی زمیندار کی زمین میں اس کے حکم اور اجازت سے رہتا ہے..... یہ شخص زمیندار کی غیر موجودگی میں دوسرے لوگوں کے سامنے اس زمین کا مالک کہلاتا ہے..... لیکن یہ شخص جب اس زمیندار کے سامنے جائے گا تب خود کو ہرگز مالک نہیں کہے گا..... بلکہ کہے گا کہ میرا سب کچھ اس زمیندار کا ہے..... یہی حال زمیندار کا وہاں کے راجہ کے سامنے ہوتا ہے..... اور راجہ کا نواب کے سامنے اور نواب کا کسی بادشاہ کے سامنے..... قیامت کے دن سب کا حال..... اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے بھی زیادہ بے بسی والا ہوگا..... پس اس دن اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور شہنشاہی سب کے سامنے آشکارا ہو جائے گی..... اور سب اس کی ”مالکیت“ کا اقرار کریں گے..... کیونکہ سب اس کے سامنے (خالی ہاتھ) حاضر ہوں گے۔

سورۃ فاتحہ کے ہر جملے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آتا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا..... پس جب اللہ تعالیٰ کی یہ صفات بیان کر چکے تو اب اس کے ساتھ اپنا معاملہ عرض کرے اور کہے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ

تجھی کو پوجتے ہیں ہم

یعنی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے..... عبادت دراصل ”تعظیم“ کا نام ہے..... تعظیم کی دو قسمیں ہیں:

۱ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے لئے مقرر فرمادی ہے..... جیسے نماز، روزہ، حج..... نماز (اللہ تعالیٰ کے سوا) کسی کے لئے نہ پڑھے..... روزہ کسی کے واسطے نہ رکھے..... اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نماز، روزہ کرے تو یہ ”شُرک“ ہے۔

۲ دوسری وہ تعظیم جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے بھی جائز ہے..... ایسی تعظیم کو بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرے کہ..... میں فلاں کی یہ تعظیم اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہوں، جیسے ماں باپ کی تعظیم اور خدمت اس لئے کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر رہا ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہوں..... اس طرح سے ”تعظیم“ کی تمام صورتیں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاتی ہیں۔

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

اور تجھی سے اعانت چاہتے ہیں ہم

”اعانت“ (یعنی مدد مانگنے) کا حال بھی ”عبادت“ جیسا ہے..... ایک

”اعانت“ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حنا ص ہے جیسے رزق، اولاد، بزرگی

(عزت) مانگنی..... اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے یہ چیزیں مانگنی درست نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں کسی کے اختیار میں ہیں کہ وہ کسی کو دے سکے..... دوسری ”اعانت“ وہ ہے کہ ظاہر میں ایک آدمی دوسرے سے چاہتا ہے..... جیسے پینے کے لئے پانی مانگنا، کھانا پکوانا..... اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جانے تو یہ بھی ”استعانت“ اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہم اعانت چاہتے ہیں (کوئی کسی کا کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتا اور کسی کو کسی کا تابع بھی اللہ تعالیٰ ہی بناتے ہیں)..... جیسے کوئی ”امیر“ آپ سے کہہ دے کہ پانی میرے نوکروں سے مانگ لیجئے گا..... اور کھانا بھی ان سے پکوا لیجئے گا..... اب ظاہر میں آپ اس امیر کے نوکروں سے مدد لے رہے ہیں..... مگر حقیقت میں یہ آپ کے لئے امیر کی مدد ہے..... اسی طرح ایک بادشاہ نے کہا کہ میرے فلاں غلام کی تعظیم کرو..... تو اس غلام کی تعظیم دراصل بادشاہ کی تعظیم بجالانا ہے..... پس اسی طرح سے اگر کوئی بندہ..... تعظیم اور اعانت کے ہر معاملے کو خاص اللہ تعالیٰ کے لئے سمجھے تو اس بندے کا حال اس وفادار غلام جیسا ہو جاتا ہے کہ جو اپنے مالک کے علاوہ کسی اور کے در پر نہیں جاتا..... اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا خواہ بھوک تکلیف سے مر جائے..... اور ایسی حالت میں بھی اپنے مالک کی تعریف کرتا ہے..... اس طرح کے غلام پر مالک کے دل میں محبت کا جوش اور رحم آ جاتا ہے خواہ مالک کیسا ہی

سنگدل اور بخیل ہو..... اور اگر اس مالک کے پاس خود کچھ نہ ہو تو وہ اپنے ایسے وفادار غلام کے لئے کسی اور سے مانگ لیتا ہے..... بندہ جب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کر کے کہتا ہے کہ یا اللہ! میں صرف آپ ہی کی تعظیم کرتا ہوں اور صرف آپ ہی سے مدد چاہتا ہوں:

{إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ}

اور اس کا دل گواہی دے کہ واقعی ایسا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف توجہ فرما کر جواب دیں کہ واقعی یہ سچ کہہ رہا ہے تو ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ بڑا فضل فرماتے ہیں..... اور اسے اپنی شان کے مطابق بن مانگے عطاء فرماتے ہیں..... مگر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حکم دیا کہ تم مجھ سے مانگا کرو..... تعریف، ثناء، اظہار وفاداری کے ایسے بیان کے بعد دنیا میں بھی کوئی کسی کا سوال رد نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ کا کرم تو بے انتہاء ہے..... وہ ایسے مضمون کے بعد دعاء رد نہیں فرماتا..... آگے وہ دعاء سکھلائی کہ یہ مانگا کرو:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

بتلا ہم کو راہ سیدھی

”صراط مستقیم“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا یعنی چاہئے..... اور کوئی چیز مراد لینا اس مقام کے لائق نہیں..... (اللہ تعالیٰ اپنی رضا، اپنی پسند، اپنی مرضی

اور اپنے اختیار سے مجھے عطاء فرمائے) اس لئے کہ جو کوئی کچھ بھی مانگے اور کتنا ہی اچھے سے اچھا مانگے..... مگر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں اس سے بھی ہزار گنا بہتر چیز ہو سکتی ہے..... مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے جنت اور اس کی حوریں مانگے اور پھر ان حوروں کی صفات بیان کرے..... وہ جو اس کے علم اور تجربے میں یا خیال میں آ سکتی ہیں..... یا جو ساری مخلوق کے خیال میں آ سکتی ہیں کہ..... وہ حوریں ایسی ہوں، ایسی ہوں..... مگر پھر بھی اس کی بتائی ہوئی حور اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ملنے والی حور کے مقابلے میں لونڈی لگے گی..... (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں وہ ہے جس تک کسی انسان کا خیال تک نہیں پہنچ سکتا)..... اس لئے اچھا سوال یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا (یعنی اللہ تعالیٰ کی پسند) مانگے، اپنی تجویز نہ دے..... اللہ تعالیٰ کی رضا سے جو ہوگا وہ یقیناً بہت خوب ہوگا..... جبکہ اپنی تجویز (اور پسند) بہتر سے بہتر ہی کیوں نہ ہو کبھی پچھتاوے اور پشیمانی کا ذریعہ بن جاتی ہے..... جب کوئی انسان کوئی چیز خود مقرر کر کے مانگتا ہے یعنی اپنی تجویز سے مانگتا ہے اور وہ چیز اسے مل جاتی ہے..... مگر جب اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز اس کے سامنے لاتا ہے تو اسے ندامت اور پشیمانی ہوتی ہے کہ میں نے زیادہ کیوں نہ مانگا..... اس لئے

اصل مانگنا اللہ تعالیٰ کی رضا کو مانگنا ہے..... اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں..... وہ جب اپنے بندے سے راضی ہوں تو اسے وہ عطاء فرماتے ہیں جو اس کی چاہت اور گمان سے بہت بہتر ہوتا ہے..... اور اللہ تعالیٰ کی ”رضا“ کی کوئی حد نہیں..... ہمارے پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں دیں جو کسی مخلوق کو نہ ملیں..... کیسے کیسے کمالات اور خوبیاں عطاء فرمائیں..... پر اللہ تعالیٰ کی رضا ایسی بے شمار ہے کہ { اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ } کی دعاء ساری عمر مانگنے کا حکم فرمایا (کہ ہر بار مانگنے کے ساتھ مزید سے مزید ملتی جائے۔)

(اب اگلی بات سمجھیں) اللہ تعالیٰ کی رضا ہر اچھے کام پر ہوتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اچھے کاموں کو پسند فرماتے ہیں اور اپنی پسند سے اچھے کاموں کی توفیق جسے چاہتے ہیں عطاء فرماتے ہیں)..... اور اچھا کام کبھی برے لوگوں سے بھی ہو جاتا ہے جیسے کسی معاملے میں عدل اور انصاف کرنا..... یہ کبھی کسی کافر سے بھی ہو جاتا ہے..... اور بعض کافر محتاجوں کی مدد کرتے ہیں اور اچھی جگہوں پر مال خرچ کرتے ہیں..... ایسی باتوں اور کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر (یہ قبولیت والی رضا نہیں ہے) یہ رضا ان کے کچھ کام نہ آئے گی..... دنیا میں اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو ان کاموں کا بدلہ دے دے مگر آخرت میں ان کو کچھ فائدہ نہیں ملے گا..... تو جب اللہ تعالیٰ کی رضا برے لوگوں کے اچھے کاموں پر بھی ہوتی ہے تو (اصل اور

(مقبول) صراطِ مستقیم کی تشریح فرمادی:

صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راہ ان کی جن پر فضل کیا تو نے

وہ لوگ پیغمبر اور صدیق اور شہید اور صالحین ہیں..... حاصل یہ ہوا کہ اپنی وہ رضا ہمیں دے جو ان حضرات کو دی..... نہ ویسی رضا جو کسی اچھے کام پر بعض برے لوگوں کو (وقتی طور پر) مل جاتی ہے کہ..... ساتھ ساتھ (ان کے کفر اور گمراہی کی وجہ سے) ان پر آپ کا غصہ بھی ہوتا ہے:

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

نہ دے کہ جن پر غصہ کیا

جیسے گناہگار فاسق کہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہیں..... اگرچہ ان سے کوئی اچھا کام بھی ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو:

وَالَّذِينَ

اور نہ گمراہ

یعنی کافر اگرچہ ان سے بھی کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا مندی والا ہو جائے ان کی راہ بھی ہرگز نہ مانگنا..... ان کے نصیب وہ رضا مندی نہیں جو آخرت میں فائدہ

دے..... (یعنی عقیدے اور عمل دونوں میں اپنی رضا عطاء فرما، اپنی دائمی رضا عطاء فرما..... اپنے مقبول اور کامیاب بندوں کو جو رضا اور راہ دی وہ عطاء فرما..... دنیا و آخرت میں کام آنے والی رضا عطاء فرما..... ہر معاملے میں، دنیا و آخرت میں ہمیں اپنی پسند والی نعمتیں عطاء فرما۔)

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ





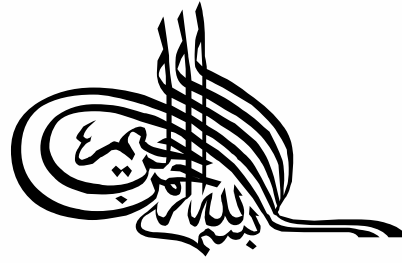
تفسیر سورۃ فاتحہ اصل عبارت

● **تقریر** حضرت اقدس امام المجاہدین مجدد عصرہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

● **تحریر** حضرت اقدس مولانا عبدالحی نور اللہ مرقدہ

حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں شائع ہونے والی اصل تحریر





سُورَةُ فَاتِحَةٍ

اس سورت میں اللہ نے دعا کی طرح بتلائی اور اللہ کے بتلائے برابر کسی کا بتلایا نہیں ہوتا، اس واسطے یہ سورت بڑی بزرگی رکھتی ہے۔

اور دعا میں دستور یوں ہے، ہر کوئی جانے ہے کہ باوجودیکہ سب آدمی محتاج بے مقدور ہیں پر سوال کرنے میں جو آدمی سخی کریم باہمت اور بامقدور ہوتا ہے اسی سے مانگتے ہیں جتنا تفاوت آدمیوں میں اوصاف سے ہوتا ہے اتنا ہی سوال کرنے میں فرق پڑتا ہے، جس میں سخاوت نہ ہو اس سے نہیں مانگتے اور جو سخاوت ہو، پر ترش روئی بھی ہو تو اس سے بھی مانگنے میں پرہیز کرتے ہیں اور جو ترش رو بھی نہ ہو، بہت خلق ہو پر دینے کے پیچھے اتر وائے، جتلاوے، منت رکھے، اس سے بھی مانگنا اچھے آدمیوں کو سخت بھاری لگتا ہے۔ اور جو بے مقدور ہو تو اس سے مانگنا ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جتنے یہ اوصاف کمال پر ہوں اتنا مانگنا اُس سے خوب ہوتا ہے یہاں تک کہ مانگنا عزت ہو جاتا ہے اور سوال کرنے میں آدمی اول وہ صفتیں اور خوبیاں

بیان کرتا ہے کہ جس سے سوال رد نہ ہو اور ایسا کہتا ہے کہ جس سے سوال کرے وہ بھی مان لے اور اقرار کرے کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں اور تیرا کہنا سچ ہے تو بھی دل کے اعتقاد سے کہتا ہے، جب یہ سب ہو کر سوال ہوتا ہے تو ہرگز وہ سوال رد نہیں ہوتا بلکہ سوال کرنا واجب (اور) ضرور ہو جاتا ہے ایسے سخی کریم سے، اور اس سے ملنا بھی ایسا یقین ہوتا ہے جیسا اپنے ہات میں لے لیا۔ جب آدمی کا احوال معلوم کر لے کہ آدمیوں میں ایسا ہو پھر اللہ کی ذات پاک کو کہ جس کی تمثیل نہیں ہو سکتی سمجھے اور مالک، خالق اور مخلوق کا فرق بوجھے کہ جب بندہ مخلوق ایسا ہو تو وہ مالک خالق کس درجے میں ان خوبیوں کے ہے، ان خوبیوں کو سچے دل سے سمجھ کر کہے ایسا کہ ادھر سے جواب پاوے سچ یوں ہی ہے اور تیرا کہنا سچا ٹھیک ہے، پھر اس کے پیچھے سوال ضروری ہے اور اُس کا رد نہیں ہوتا، لا بد ہی قبول ہوتا ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کمال اس سورے میں اپنے بندوں کو تعلیم فرمایا تو کہ حضور دل سے سمجھ کر ایسا کہیں کہ جواب پاویں اور سوال کریں اور ایسی صفتیں اللہ کی بیان کریں کہ دل میں نہ نشین ہو جائے کہ ایسے اوصاف والے کی درگاہ میں ہرگز سوال رد نہیں ہوتا۔ ان وصفوں میں پہلے {الْحَمْدُ لِلّٰہ} ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام خوبیاں اسی کی ہیں۔ غیر کی نہیں، فی الحقیقت وہی ہے خوبیوں والا اس میں سب خوبیاں آگسیں، پھر اس کے پیچھے کئی خاص وصفوں کو بیان کیا ہے کہ جن سے بندے کے دل میں

حضورؐی اور بڑی محبت بہت چمک جاوے، اور سوال کی تمہید جیسی چاہیے ویسی ہی دل میں مضبوط ہو، یہ اُس کو ہے جو سمجھ کر کہے اور جو غفلت کرے وہ اس نعمت سے رہ جاوے۔ حاصل اتنا ہے کہ سوال مانگنا ایسا ہو کہ ضرور قبول ہو جاوے، خوبیوں کے بیان کرنے سے، اور مالک کے اقرار سے کہ ہاں ایسا ہی ہوں جیسا تو کہتا ہے۔ کیا بڑا اس کا کرم ہے کہ اُس نے آپ ہی بندوں کو سکھلایا کہ کہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

سب حمد اللہ ہی کو ہے

”حمد“ کہتے ہیں نیکی اور تعریف خوب کرنے کو۔ مسلمان آدمی جب اُس کو کہیں تب چاہیے کہ اُس کو تحقیق اسی طور پر سمجھ لیں اور اللہ کے سامنے اس مضمون کو کہ جسے منہ سے مجمل کہا ہے مفصل سمجھیں اور دل میں یقین لا کر اللہ کے حضور اس مفصل کو اپنے اعتقاد موجب اثبات پہنچاویں۔ اور اثبات کرنے کی طرح (طریقہ) دل میں یہ ہے کہ جس کی تعریف کو خیال کرے سمجھے کہ اللہ ہی کی فی الحقیقت یہ تعریف ہے۔ مثال اس کی جیسا کسی خوبصورت کو جو بڑے درجے کا خوب صورت ہو دیکھے اور اس کے حُسن کی تعریف کرے تو غور کرے کہ اس کی تعریف جو میں کرتا ہوں اس کا حُسن اس کے قابو کا نہیں اور اس نے اپنا حُسن آپ نہیں کر لیا یہ اللہ نے اپنے کرم سے بنایا وہ اس کا خالق ہے، فی الواقع حسن کا مالک

وہی ہے اور تعریف اُسی کی چاہیے، اُس آدمی کی تعریف کرنی ایک طرح کی غفلت ہے ہر چند درست ہے، اور اسی طور پر حُسن کی تعریف کسی چیز پر ہووے سخاوت پر یا شجاعت پر سب میں یہی بات سمجھے کہ اللہ ہی کی یہ چیز ہے تو اللہ کی تعریفوں کا لحاظ کرے کہ بے شمار ہیں، اور جس بندے میں کوئی وصف ہے سو وہ اسی کی ایک ادنیٰ بخشش ہے کہ اُنے اپنے بندے کو ایک تعریف کی چیز دی ہے۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ

پرورش کرنے والا ہے سارے جہانوں کا

سو خدا تعالیٰ کے جو جو چیز کے عالم میں ہے سب کی پرورش وہی کرتا ہے، پرورش کچھ کھانے پینے پر ہی موقوف نہیں، کھانا پینا بھی ایک پرورش ہے، ”فرشتوں کی پرورش“ یہ ہے کہ اللہ ان پر ایسی عنایت فرماتا ہے کہ جس سے ان کا کمال بڑھ جاوے اور خوشی زیادہ حاصل ہو، سو پرورش سے وہ بھی خالی نہیں، جیسے کوئی کسی آدمی کو ایسا خوش کرے یا اُس پر مہربانی فرمائے کہ وہ آدمی اُس کے سبب تازہ فربہ ہو جاوے یہ کھانا دینے سے بہتر ہے اور بڑی پرورش ہے، اللہ کی عنایت اسی طور پر ہوتی ہے فرشتوں کی پرورش یونہی کرتا ہے۔

{ رَبِّ الْعَالَمِينَ } کا وصف بڑا وصف ہے کیونکہ وہ پرورش کرتا ہے تمام جہانوں کی کہ جن کا کچھ پایاں نہیں، دوست دشمن، بھلے بُرے کو، بھوکوں کو بغیر

سوال کے پالتا ہے، جو ایسا رب ہو تو وہ البتہ سوال قبول کرتا ہے۔

فائدہ:

جب مسلمان اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر اُس کی تعریف ایسی کرے کہ اُسے دل سے سمجھے اور تھیک جانے کہ اسی طور پر ہے اس میں کچھ تفاوت نہیں فی الحقیقت وہ ایسا ہی ہے، تو اللہ اس پر متوجہ ہو کر اس کا جواب آپ ارشاد فرماتا ہے کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں اور اُس بندے کو بھی جتنا ہے، اس جواب پر ہر ایک بندہ اپنے مرتبے کے موافق یا کلام سنتا ہے یا اُسے الہام ہوتا ہے یا دل کو تسکین اور قرار اور خوشی اللہ کے متوجہ ہوتی ہے اور قبول کرنے کی پائی جاتی ہے حضورِ دل سے سمجھ کر سوال کرنے کے سبب یہ بات ہوتی ہے اس میں تفاوت نہیں ہوتا۔

الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

بہت رحم والا ہمیشہ کو رحم کرتا ہے

جو شخص کہ رحم اور پرورش کرتا ہے اور اُس سے ہر کوئی وقت بیوقت مانگے تو گھبرا جاتا ہے اور کبھی کبھی خفا ہو کر سخت کہنے لگتا ہے اور جھنجھلاتا ہے، اللہ کا ایسا رحم اور ہمیشہ بہت اور ہمیشہ ہے کہ اس کو کبھی کسی کے مانگنے اور پرورش کرنے سے خفگی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی، جتنا کوئی مانگے وہ اتنا خوش ہو، اسی لئے اس نے {الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ} فرمایا۔

مِلِکِ یَوْمِ الدِّینِ

مالک ہے جزا کے دن کا

جزا کا دن قیامت ہے اور اللہ کی مالکیت ہمیشہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مگر ان دونوں میں ایسا فرق ہے کہ دنیا میں بظاہر اور بھی مالک کہلاتے ہیں گو وہ مالکیت عاریت اور ناپائیدار ہے، کیونکہ اصل مالک اللہ ہی ہے لیکن قیامت میں یہ عاریت کی مالکیت بھی اٹھ جاوے گی۔ جیسے کوئی شخص کہ کسی زمیندار کی زمین میں رہتا ہے، اور اس کا رعیتی ہو اور وہ شخص اس زمیندار کے غائبانہ باقی رعیت کے سامنے اپنے تئیں اس زمین کا مالک کہلاتا ہو، تو وہ شخص جب زمیندار کے سامنے جاوے گا تب آپ کو ہرگز مالک نہ کہے گا اور وہ زمین اپنی نہ بتلاوے گا بلکہ اس زمیندار کے روبرویوں کہے گا کہ میرا جان اور مال اور جو رو اور لڑکے سب تمہارے ہی ہیں، اور یہی حال ہوگا اس زمیندار کا وہاں کے راجہ کے سامنے اور اس راجہ کا کسی نواب کے روبرو اور اس نواب کا کسی بادشاہ کے سامنے۔ قیامت کو سب کا حال اس سے زیادہ ہوگا مالک حقیقی کے سامنے۔ سو اس طرح اللہ کی مالکیت اور بادشاہی اس دن آشکارا ہوگی اور سب پر کھلے گی، سب اس کی مالکیت کا اقرار کریں گے کیونکہ اس کے حضور ہوں گے۔ اور ہر بات پر اللہ کی طرف سے جواب ہوتا ہے جیسا اس کا بیان پہلے لکھا گیا، جب یہ تعریف اور خوبیاں اللہ کی کرے تو اللہ سے

اُس کو جو معاملہ ہے سو کہے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ

تجھی کو پوجتے ہیں ہم

یعنی عبادت نری اللہ کی ہے، عبادت اصل تعظیم کا نام ہے، تعظیم کی دو طرح ہیں ایک وہ کہ خاص اللہ نے خاص اپنے واسطے مقرر کی جیسے نماز، روزہ، حج۔ نماز کسی کے لیے نہ پڑھے، روزہ کسی کے واسطے نہ رکھے سوا خدا کے، اور جو کوئی سوا خدا کے اور کے واسطے کچھ بھی کرے شرک ہوتا ہے۔ اور اُس کے سوا تعظیم کرنی اُس کو بھی اللہ کے واسطے ایک طرح خاص جانے کہ اللہ کے حکم سے کرتا ہوں، ماں باپ کی تعظیم اور خدمت سب اللہ کے حکم سے بجالاوے کہ اللہ کی مرضی ہے اس واسطے کرتا ہوں اس وجہ سے ساری تعظیم کی صورتیں اللہ کی ہو جاتی ہیں خاص کر۔

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

اور تجھی سے اعانت چاہتے ہیں ہم

”اعانت“ کا بھی حال عبادت کا سا ہے۔ ایک اعانت وہ ہے کہ اللہ کے ساتھ خاص ہے جیسے رزق، اولاد، بزرگی مانگنی، کسی سے یہ چیزیں مانگنی درست نہیں ہے اور کسی کے اختیار میں یہ چیزیں نہیں، اور ایک اعانت ایسی ہے کہ ظاہر ایک آدمی دوسرے سے چاہتا ہے جیسے پانی مانگنا، کھانا پکوانا اُس کو بھی اللہ کے حکم سے

جانے تو یہ بھی استعانت اللہ سے ہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہم اعانت چاہتے ہیں وہ بھی اللہ کی اعانت ہے۔ جیسے کوئی امیر کہدے کہ پانی میرے خدمت گاروں سے مانگ لیجیو اور کھانا اُن سے پکوا لیجیو، پھر ان خدمت گاروں سے یہ کام لینے اس امیر کی اعانت ہے، اسی طرح ایک پادشاہ نے فرمایا ہو کہ میرے فلاں غلام کی ایسی تعظیم کیجیو، اُس غلام کی تعظیم پادشاہ کی تعظیم ہے۔ اس وضع سے ”عبادت“ بمعنی تعظیم کے اور ”اعانت“ خاص خدا کے لیے سمجھے تو اس کہنے والے کا ایسا حال ہو جاتا ہے جیسے کسی کا غلام کہ ہر گز اور در پر نہیں جاتا اور کسی سے کچھ نہیں مانگتا گو بھوک تکلیف میں مرے پر اُس در سے نہ ٹلے اور ثنا صفت اپنے مالک کی کرے۔ ایسے غلام پر کتنا ہی مالک سنگدل بخیل ہو اُس کے دل کو بھی جوش اور رحم آ جاتا ہے، اگر کہیں سے اُس مالک کو نہ میسر آوے تو ایسے غلام کے لیے چاہتا ہے کہ کسی سے مانگ ہی دوں۔ جب اللہ کی ثنا صفت کر کر بندہ یہ کہتا ہے کہ تیری تعظیم کرتا ہوں تجھی سے مدد چاہتا ہوں اور اُس کو دل میں جانچ لے کہ یونہی ہے، اور اللہ اُس کے مطابق اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا سچا ہونا فرماتا ہے۔ جیسے پہلے بیان گزرا تو خود اللہ اس بندے کی طرف بڑا فضل کرتا ہے، اور جس میں اس کی خوبی اور کمال ہو وہ آپ عنایت فرماتا ہے، پر اللہ نے آپ ہی اپنے کرم سے بتلایا کہ مجھ سے مانگا کرو۔ یہ سب مضمون کہہ کر کہ ایسے مضمون کے پیچھے ایسے سائل کی دعا اور

سوال کوئی نہیں رد کرتا ہے۔ خدا کے کرم کا تو کچھ پایاں نہیں وہ کیوں رد کرے گا اور وہ دعا یہ بتلائی کہ:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

بتلا ہم کو راہ سیدھی

”صراط مستقیم“ سے اللہ کی رضا سمجھنا چاہئے اور چیز اس مقام پر سمجھنی لائق نہیں اس واسطے کہ جو کوئی کچھ مانگے، کتنا ہی خوب سے خوب مانگے اللہ کے خزانوں میں ہزار چنڈاُس سے بہتر ہو سکتا ہے مثلاً کوئی اللہ سے مانگے ایسی بہشت اس طرح کی حوریں مجھے ملیں اور اُن حوروں کے بیان میں خوبیان اس کے خیال میں گزریں بلکہ جو ساری مخلوق کے خیال میں گزرے وہ سب کہیں اور اس کے مانگنے کے موافق ہیں اُس حور کے آگے لونڈی سی ہو جاویں۔ اس واسطے اچھا سوال یہی ہے کہ اس کی رضا مانگئے اپنی تجویز نہ کیجئے، اس کی رضا سے جو ہوگا سو خوب ہوگا اور اپنی تجویز بہت بہتر سے بہتر بھی کبھی پشیمانی اور پچتاوا ہو جاتا ہے۔ جب اپنی تجویز سے بہتر چیز اللہ پیدا کرتا ہے اور نظر آتا ہے اس وقت اس تجویز کرنے والے کو پشیمانی آتی ہے کہ میں نے اپنی تجویز سے زیادہ کیوں نہ مانگا، اس لئے اصل مانگنا اُس کی رضا کا ہے جب اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اپنے بندے سے راضی ہو جو چاہے اور جو گمان خیال سے باہر ہو وہ بخشتا ہے اور دیتا ہے اور اس کی

ذات کا بھی تقاضا ہے اور رضا اس کی بے پایان ہے۔ ہمارے پیغمبر کو اللہ نے وہ چیزیں دیں کہ کسی مخلوق کو نہ ملیں کیا کچھ کمال اور خوبیاں بخشیں، پر اللہ کی رضا ایسی بے شمار ہے کہ مانگنا اور ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ ہر نماز میں ہمیشہ موقوف نہ ہوتا مدۃ العمر یہی حکم رہا کہ ہمیشہ صراطِ مستقیم مانگا کریں۔

اور رضا خدا کی ہر اچھے کام پر ہوتی ہے اور اچھا کام کبھی بُروں سے بھی ہو جاتا ہے جیسے عدالت انصاف کسی بات میں کبھی کوئی کافر بھی کرتا ہے، اور بعضے کافر محتاجوں کو دیتے ہیں، مال خرچ کرتے ہیں انہیں جگہوں میں جہاں خرچ کرنا اچھا ہے، ایسی باتوں سے اور کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے پر یہ رضا کچھ کام نہ آوے گی دنیا میں اللہ چاہے بدلا دے پر آخرت میں ان کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ جب اللہ کی رضا بعضے اچھے کام کہ بُروں سے ہوتے ہیں اُن پر بھی ہووے ہے تو اس واسطے صراطِ مستقیم کا بیان بتلایا:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راہ اُن کی جن پر فضل کیا تو نے

وہ لوگ پیغمبر اور صدیق اور شہید ہیں، صالح ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ اپنی وہ رضا ہمیں دے جو ایسے لوگوں کو دی، نہ ویسی رضا کہ جیسے کسی اچھے کام پر بعضے بُرے لوگوں کو ہو جاتی ہے کہ اُن پر غصے بھی ہوتا ہے اُن کی برائیوں سے، اسی

واسطے فرمایا:

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

نہ دے کہ جن پر غصہ کیا

جیسے گنہگار فاسق کہ خدا کے غضب میں ہیں ہر چند کوئی کام اُن سے اچھا بھی ہو جاوے کہ اللہ کے یہاں مرضی ہو۔

وَلَا الضَّالِّينَ

اور نہ گمراہ

یعنی کافر ہر چند اُن سے بھی کبھی کوئی کام اللہ کی رضا مندی کا ہو جاوے پر اُن کی راہ بھی ہر گز نہیں مانگنا ان کے نصیب وہ رضا مندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دے۔

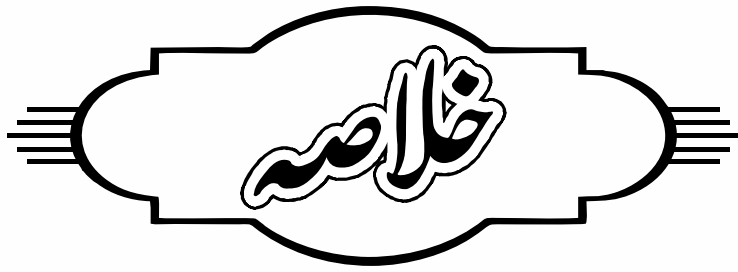


رسالہ نافعہ حقیقۃ الصلوٰۃ

حضرت امام سید احمد رشید
نور اللہ مرقدہ

خالد حبیبی

مولانا محمد عواذ الحق



رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ

① نماز سب سے بڑی بندگی اور عبادت ہے اور اس کے بغیر کوئی بندگی

قبول نہیں (یعنی کامل نہیں، دین کی عمارت نماز کے ستون پر اور دین کا

جسم نماز کے سر پر قائم ہے۔)

② اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اپنے اپنے طریقے سے نماز ادا کرتی

ہے..... انسان چونکہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اس لیے اس کی نماز میں تمام

مخلوق کی نمازوں کے طریقے جمع فرما دیئے۔

③ نماز میں دین کے دیگر اہم فرائض کی شان بھی موجود ہے..... یعنی نماز

ایک جامع عبادت ہے..... اس میں زکوٰۃ، حج اور جہاد کی شان بھی

موجود ہے۔

④ نماز میں دل کا حاضر اور متوجہ ہونا شرط ہے، بے خیالی میں ادا کی ہوئی

نماز پوری نہیں لکھی جاتی..... اس کا صرف اتنا حصہ لکھا جاتا ہے جتنا توجہ اور خیال سے ادا کیا ہو۔

⑤ نماز میں ہر رکن کا خیال رکھے اور جو کچھ بھی پڑھتا ہو اسے سمجھ کر پڑھے اور اس کا اثر بھی اپنے اوپر لے..... یہ نماز میں حضوری اور توجہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

⑥ اگر بغیر سمجھے صرف زبان سے الفاظ پڑھے گا تو ان کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا، جب دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا تو حضوری اور توجہ حاصل نہیں ہوگی..... اس لیے اس رسالے میں مکمل نماز کا ترجمہ لکھا جا رہا ہے..... تاکہ عام مسلمان حضورِ دل سے نماز ادا کریں اور اس کی حلاوت اور مٹھاس پائیں..... اور ان کو یہ بھی معلوم ہو کہ انہوں نے نماز میں اپنے رب سے کیا کیا اقرار کیا ہے اور کیا کیا وعدہ کیا ہے تاکہ بعد میں اس پر قائم رہیں۔

④ نماز کی حقیقت دراصل اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہے..... اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب مخلوق میں بہترین بنایا اور پھر اسے روز پانچ وقت اپنے دربار میں براہِ راست حاضر ہونے کی اجازت عطاء فرمادی..... اور اسے اس حاضری کے لیے کسی محافظ، دربان یا واسطے کا

احسان مند اور محتاج نہیں فرمایا..... اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ اگر حاضر نہیں ہو گے تو سخت عذاب پاؤ گے اور عظیم نعمت اور بڑے منصب سے محروم ہو جاؤ گے۔

⑧ نماز سے پہلے طہارت کا خاص اہتمام ذوق و شوق سے یوں کرے جس طرح کہ بادشاہی دربار میں حاضری کی تیاری کرتا ہے۔

⑨ انسان کا جسم مٹی سے بنا ہے اور کعبہ زمین کی ناف ہے تو نماز میں جسم کا رخ اس کے اصل یعنی کعبہ کی طرف کرنے کا حکم ہے..... جبکہ انسان کی روح اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے تو چاہیے کہ روح بھی اپنے اصل یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔

⑩ تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کا اعلان کر کے دونوں ہاتھ اٹھالے..... گویا کہ احرام باندھ لیا..... اب دونوں جہانوں سے دستبردار ہو کر سب سے عظیم کی طرف متوجہ ہو جائے۔

⑪ نماز کی نیت اور تکبیر فرض ہے..... تکبیر کے بعد توجہ سے شہاء پڑھے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ اِلٰی اٰخِرَہ“..... اس میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توحید کا دھیان رکھے..... جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور توحید کا دل اور زبان سے اقرار کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت بہت بڑھ جاتی

ہے..... اور اس پر رحمتِ الہی کا نزول ہوتا ہے..... چنانچہ اب اپنے دل کو حاضر کر کے اپنی ”حاجت“ پیش کرے (جو کہ سورۃ فاتحہ کی صورت میں ہوتی ہے)..... مگر اس سے پہلے سب سے بڑی رکاوٹ یعنی شیطان دشمن کے شر سے حفاظت کے لیے تعوذ پڑھے..... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ..... اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر اپنی گزارش شاہی دربار میں پیش کرے..... اور وہ اللہ تعالیٰ نے ”سورۃ فاتحہ“ کی صورت میں اپنے بندوں کو سکھادی ہے..... چنانچہ خوب سمجھ کر سورۃ فاتحہ توجہ اور ادب سے پڑھے اور آخر میں ”آمین“ کہے کہ یا اللہ! میری عرض قبول فرما۔

﴿۱۲﴾ سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھے، یہ بھی واجب ہے.....

اکثر لوگ سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں تو حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ اخلاص کا ترجمہ لکھوا دیا ہے..... اصل رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿۱۳﴾ جب کوئی بندہ عالی مقام بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہو کر اپنی عاجزی

اور اس کی شان بیان کرتا ہے اور نہایت امید کے ساتھ کچھ مانگتا ہے تو وہ بادشاہ کی توجہ اور عنایت اپنی طرف محسوس کرتا ہے اور فوراً اس کی قدم بوسی کے لیے جھک جاتا ہے..... چنانچہ اب رکوع میں جھکے اور اللہ تعالیٰ

کی عظمت کے ساتھ تسبیح پڑھے: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“..... اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے میری پیٹھ جھک گئی ہے۔

﴿۱۳﴾ رکوع کے بعد کھڑا ہونا اس کی علامت ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی پر قائم اور پکا ہوں، اب اس کے بعد اصل کام یعنی ”قدم بوسی“ کا مرحلہ آیا تو بندہ سجدے میں گر گیا اور کہنے لگا: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“۔

﴿۱۵﴾ رکوع اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے ہے..... جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سعادت ملی کہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے سامنے حاضری اور جھکنے کا شرف بخشا تو بندہ شکر میں اپنا سر زمین پر رکھ کر بار بار کہے: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“۔

﴿۱۶﴾ سجدہ اللہ تعالیٰ کے نہایت قرب کا مقام ہے اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی تجلیات اور رحمتیں بندے پر برستی ہیں..... تو ایسے وقت میں وہ ہیبت کی وجہ سے اپنی بات پوری نہیں کر سکتا تو حکم فرمایا گیا کہ ایک بار اٹھ کر بیٹھ جائے پھر دم لے کر دوبارہ سجدے میں حاضر ہو..... دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں دعاء قبول ہوتی ہے..... مسنون دعاء کا اہتمام کرے۔

﴿۱۷﴾ بندہ جب اپنی حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تعظیم بحال لایا، اپنی حاجات پیش کر دیں، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کر لی تو اب وہ اس قابل ہو گیا کہ دربارِ شاہی میں بیٹھ جائے..... حالانکہ بظاہر ادب کے خلاف ہے مگر ان کی رحمت سے اجازت مل گئی اور یہ قعدہ میں بیٹھ گیا..... اور اس میں بھی اسے عبادت کی توفیق اور حکم ملا کہ تشہد پڑھے، درود و سلام کا تحفہ پیش کرے۔

﴿۱۸﴾ نماز کا اصل مضمون اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے اور حضرت محمد ﷺ کو ان کا بندہ اور رسول جانے اور سمجھے..... یہی وہ مضمون ہے جس پر دل سے یقین رکھنے اور زبان سے اقرار کرنے کی وجہ سے بندہ مسلمان ہوتا ہے اور نماز فرض ہوتی ہے..... چنانچہ نماز کا آغاز بھی ”اللہ اکبر“ سے ہے اور آخر میں بھی ”کلمہ شہادت“ ہے۔

﴿۱۹﴾ درود شریف کے بعد دعاء مانگے اور پھر ادب کے ساتھ نماز سے باہر آجائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ“ کہے اور اس میں نیت اپنے دائیں بائیں مقرر فرشتوں ”کرامًا کاتبین“ کی کرے اور اگر جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہے تو حسب مقام امام اور

مقتدیوں کی نیت کرے اور ساتھ فرشتوں کی بھی۔

﴿۲۰﴾ نماز میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد اور اقرار کرتا ہے چاہیے کہ نماز کے بعد اس پر قائم رہے {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرے اور نہ ہی مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارے اور نہ کسی سے مدد طلب کرے..... اور {إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} کے مطابق..... اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم کر کے اس پر چلنے کی کوشش کرے۔ آگے ملاحظہ فرمائیے اصل رسالہ ”حقیقۃ الصلوٰۃ“



رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ

۱۔
الہی شکر تیرے احسان کا کہ تو نے ہمارے دل کو روشن اور زبان کو گویا کیا
اور ایسے نبی مقبول (ﷺ) کو خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے بھیجا کہ جس کی ادنیٰ
شفاعت سے دونوں جہان کی نعمت پاویں۔ اور اس کی رہنمائی سے عرفان کی لذت
اٹھاویں۔ پس درود اس نبی مختار اور اس کے آل اطہار اور اصحاب کبار پر ہو جو کہ
جس نے بشر کو ضلالت اور گمراہی سے باز رکھا اور علماء و فضلاء کو زیورِ علم و دانش
سے آراستہ کیا۔

۲۔
پیچھے حمد خدا اور نعت رسول کے ارباب دانش پر ظاہر ہو جو کہ مسلمان کو
لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی صفات جانے اور اس کے حکم کو معلوم
کرے اور مرضی نامرضی اس کی تحقیق کرے کہ بغیر اس کے بندگی نہیں اور جو
بندگی بجانہ لاوے بندہ نہیں اور بڑی بندگی نماز ہے کہ بدون اس کے کوئی بندگی

۱۔ زبان کو بولنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضی کے اسباب کو سمجھے اور جانے۔

قبول نہیں کیونکہ سراسب بندگیوں اور بُرے کاموں سے بچنے کا یہی ہے اور اس نماز سے کوئی غافل نہیں نہ درخت، نہ عمارات، نہ پرند، نہ حیوانات، نہ حشرات، نہ زمین، نہ پہاڑ، نہ ستارہ، نہ آسمان، نہ ارواح، نہ فرشتے، جیسے کہ نماز درخت اور عمارات کی قیام ہے اور پرند اور حیوانات کی رکوع اور تمام حشرات کی سجد اور زمین پہاڑ کی قعود، ستاروں اور آسمان کی حرکت، ارواح اور فرشتوں کی طہارت اور تسبیح اور کلمہ شہادت اور تلاوت قرآن اور ذکر و دعا۔

اور اس انسان کو کہ خاص چیلہ سرکاری ہے ساری خوبیاں تھوڑے عرصہ میں مرحمت فرمائیں اور خلیفہ کر کے سب پر اس کو حکم دیا، جس نے فرمانبرداری کی اور حکم بجالایا اس کا منصب قائم رہا اور بہشتی ہوا۔ اور جس نے نافرمانی کی اور حکم پر قائم نہ رہا وہ بے منصب ہوا اور اُلٹے پاؤں دوزخ میں گرا۔

جامعیتِ صلوٰۃ

اور جاننا چاہئے کہ جو کوئی نماز پنجگانہ ادا کرتا ہے اس کو ثواب ایسا ملتا ہے جیسا

۱۔ اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ اور غلام ہے۔

۲۔ اپنا خلیفہ بنا کر زمین کا حاکم بنایا۔

۳۔ جس انسان نے۔

۴۔ خلافت کے منصب سے محروم ہوا۔

زکوٰۃ اور حج اور روزے اور جہاد کا، اس طرح کہ خرچ پانی اور کپڑے کا خدا کی بندگی کے واسطے کرے بجائے زکوٰۃ کے ہے اور رُخ ہونا طرف کعبہ کے حج ہے۔ تکبیر تحریمہ بجائے احرام کے اور منہ طرف قبلہ کے کرنا بجائے طواف کے اور کھڑا ہونا بجائے وقوف عرفات کے رکوع اور سجود اور رکعتیں مانند دوڑنے درمیان صفا و مروہ کے اور موقوف کرنا کھانا پینا بجائے روزہ کے ہے۔ اس لئے کہ صوم بند کرنا نفس کا ہے اور بند کرنے سے نفس کے ایک ساعت بھی اس کی خواہشوں سے ایک صورت صوم کی ہو جاتی ہے بلکہ بہ نسبت روزے کے ایک طور سے زیادہ بند کرنا ہے اس واسطے کہ توجہ ظاہری اور باطنی طرف غیر کے کرنا نہیں چاہیے۔ اور دفع کرنا شیطان کا اور مشقت میں ڈالنا نفس کا اس کی سُستیوں کے اوقات میں نماز اسی واسطے جہاد ہے لیکن نماز میں حضوری دل کی شرط ہے کہ بدون اس کے نماز پوری نہیں لکھی جاتی بلکہ کبھی آدھی کبھی تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ یا چھٹا یا ساتواں یا آٹھواں یا نوواں یا دسواں، اسی واسطے ہے کہ ہر رکن نماز میں اتنا

۱۔ پانی، کپڑے وغیرہ کا خرچ زکوٰۃ کی طرح ہے۔ ۲۔ روزہ نام ہے نفس کو روکنے کا۔

۳۔ یعنی نماز میں ان تمام عبادات کی شان پائی جاتی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز ادا کرنے سے دیگر فرائض مثلاً زکوٰۃ، حج، جہاد بھی ادا ہو جاتے ہیں اور ذمے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ ۴۔ نماز میں دل کو حاضر اور متوجہ رکھنا شرط ہے۔

ٹھہرے کہ کوئی لحظہ حضوری میسر ہو۔^۱

نماز میں حضوری کے اقسام

اور حضوری کئی طرح پر ہے ایک — یہ کہ مضمون ہر رکن کا خیال کرے اور آپ کو سامنے رب کے جانے اور اس کو متوجہ حال اپنے کا سمجھے اور جو نسی سورت پڑھے مضمون اسی سورت کا خیال کرے اگر مقام عتاب اور غصے کا ہے خوف کرے اور پناہ چاہے اور جو مقام رحمت اور عنایت کا ہے اس کو خدا سے طلب کرے اور سوا اس کے اور بھی باتیں ہیں کہ وہ واسطے خاص کے ہیں نہ واسطے عام کے۔^۲

الفاظ کے معانی کی معرفت کا فائدہ

اور حضوری بغیر تاثیر دل کے میسر نہیں اور تاثیر دل کی بدون دانست معانی

۱۔ اس لیے نماز کے ہر رکن میں اتنا ٹھہرے کہ کچھ نہ کچھ توجہ اسے حاصل ہو جائے۔

۲۔ دل کو حاضر اور متوجہ رکھنے کے کئی طریقے اور درجے ہیں۔

۳۔ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف متوجہ ہیں۔

۴۔ دل کی حضوری کے کئی اور طریقے اور مقام بھی ہیں مگر وہ خواص کے لیے ہیں عوام کے لیے نہیں۔

۵۔ دل پر کسی چیز کا اثر لیے بغیر دل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

الفاظ کے حاصل نہیں۔^۱ اسی واسطے جو کچھ نماز میں ہے معنی اس کے ہندی زبان میں محاورے کے موافق لکھے ہیں۔ اکثر غریب لوگ جو ان معنوں سے مطلق بے خبر ہیں سمجھ کے حضورِ دل سے نماز گزاریں اور بہت سی حلاوت پاویں۔ اور ایک فائدہ اور ہے اگر معنی الفاظ کے جانیں تو سب بُرے کاموں سے کہ جن سے نقصان ایمان کا ہے بچیں اور معلوم کریں کہ جو اقرار اپنے رب کے سامنے کیا ہے اسی پر قائم رہیں۔

نماز کی حقیقت کا بیان

اور ہر ایک طالبِ ایمان کو لائق ہے کہ حقیقت نماز کی اس طور پر جانے کہ حضرت حق نے مجھ کو تمام پیدائش میں بہتر پیدا کر کے بڑی تاکید سے واسطے حاضر ہونے دربار کے پانچ وقت اذن مطلق دیا ہے اور محتاج اور کے اذن کا اور احسان مند کسی دربان یا نقیب کا نہیں کیا اور غیر حاضری پر وعدہ سخت عذاب کا فرمایا اور جاننا چاہئے کہ ایسی نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہنا اور وعدہ سخت عذاب کا سر پر لینا بڑی نادانی اور کمینہ پن ہے۔ پس اسی طرح عظمت نماز کی خوب سمجھ کر تمام

۱۔ اور دل پر اثر تب پڑتا ہے جب ان الفاظ کا معنی جانتا ہو جو وہ پڑھ رہا ہے۔

۲۔ ہندی زبان یعنی عام اردو۔

۳۔ اپنے دربار میں حاضری کی عام اجازت عطاء فرمائی ہے۔

۴۔ کسی اور کی اجازت کا محتاج اور کسی دربان یا پہرے دار کا احسان مند نہیں فرمایا۔

آداب کہ لائق قبولیت بارگاہ بادشاہ حقیقی کے ہوویں بجالاوے۔

طہارت و پاکیزگی

پہلے طہارت اور پاکیزگی کرے یعنی وضو کرے اور جو حاجت نہانے کی ہو غسل کرے جیسا کہ کوئی جب بادشاہی دربار کے جانے کا ارادہ کرتا ہے پہلے حمام کرتا ہے پھر کپڑے پہن کے جاتا ہے۔ بعد اس کے منہ طرف کعبہ کے کھڑا ہو کر کرے۔

فائدہ: اس میں یہ ہے کہ کعبہ نافِ زمین ہے اور تمام زمین اسی سے پھیلائی

گئی ہے اور پیدائش جسم آدمی کی خاک سے ہے جب ظاہر جسم اپنے کو طرفِ اس کی اصل کے متوجہ کیا باطن کو بھی یعنی روح کو طرفِ اس کی اصل کے یعنی حق تعالیٰ پیدا کرنے والا اس کا ہے، متوجہ کیا چاہیے اور ہمیشہ اوقات پنجگانہ نماز بلاشبہ وقت دربار اور حضور کا حبان کر حاجات اپنی عرض کرے۔

اب بیان نماز کا اور معنی الفاظ کے مثال پر سمجھئے۔ مثلاً جس وقت کوئی بندہ قصد مناجات اور عرض حاجات کا دل میں مقرر کر کے حاضر دربار

۱۔ جب ظاہری جسم کو اس کے زمینی اور خاکی مرکز یعنی کعبہ کی طرف متوجہ کیا تو باطن یعنی اپنی روح کو بھی اس کے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے۔

خاص کا ہو اور نہایت تعظیم اور عقیدہ درست اور نیت خالص سے روبرو اس بادشاہ عالی جاہ کے کھڑا ہو کر اور رُخ التفات کا اور طرف سے پھیر کر کہے ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ اللہ بہت بڑا ہے۔

فائدہ: تو اس وقت بادشاہ عالی جاہ اپنے بندے کے قصد اور ارادے پر مطلع ہو کے عنایت خاص مرحمت فرماتا ہے۔

فائدہ: اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تکبیر میں دست بردار ہونا دونوں جہان سے ہے۔

فائدہ: نیت اور تکبیر فرض ہے بعد اس کے دعاء استفتاح ہے اور اس میں تعظیم اور توحید ہے۔ وہ یہ ہے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ
وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ

”یعنی ساتھ پاکی کے یاد کرتا ہوں میں تجھ کو اے اللہ! اور ساتھ تعریف تیری کے اور بہت خوبیوں کا ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے مرتبہ تیرا اور نہیں کوئی لائق بندگی کے سوا تیرے۔“

فائدہ:

یہ دعاء سنت ہے کہ جس قدر کلام تعظیم اور توحید کے اس بندے کی زبان

سے صادر ہوتے ہیں عنایت شاہی اس پر دو چند نازل ہوتی ہے۔ ایسے وقت نزولِ رحمتِ الہی کے خیال سے کہ حضور بادشاہ کا میسر ہے دل اپنا حاضر کر کے حاجات اپنی عرض کرے لیکن پہلے عرض سے مضمون دفع شیطان کا کہ وہ بڑا حارج اور دشمن قدیم ہے ہوشیار ہو کر دل میں لاوے اور زبان سے کہے:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو مہربان ہے، رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہاں کا ہے

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

بہت مہربان نہایت رحم والا

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

مالک انصاف کے دن کا

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

تجھی کو ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

چلا ہم کو راہ سیدھی

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راہ ان کی جن پر تو نے فضل کیا

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

نہ ان کی جن پر غصہ ہوا ہے اور نہ بہکنے والوں کی

یہ عرضداشت اللہ صاحب نے اپنے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جس وقت جی چاہے اس طرح کہا کریں، بعد اس کے آمین کہنا، یعنی عرض ہماری مقبول کر، سنت ہے اور یہ لفظ قرآن کا نہیں بالاتفاق اور نماز میں اس کے ساتھ ایک سورۃ اور ملاوے۔

فائدہ: پڑھنا سورۃ فاتحہ کا اور ملانا ایک اور سورے کا واجب ہے، اور پڑھنا

أَعُوذُ اور بِسْمِ اللّٰهِ کا سنت ہے۔ اور اس مقام پر سورۃ اخلاص یعنی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ لکھی ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ عوام الناس نماز میں بیشتر

پڑھتے ہیں، دوسرے یہ کہ توحید اور صمدیت اللہ کی اور بے چونی اور

بڑائی اس کی اس سورۃ میں باختصار خوب ہے، اس واسطے کہ حکم اس کا

۱ یعنی آمین۔ ۲ یعنی بے مثال کہ کوئی اس جیسا نہیں۔

اس طرح نازل ہوا۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

تو کہہ اللہ ایک ہے

اللَّهُ الصَّمَدُ

اللہ پاک ہے یعنی کھانا پینا کچھ نہیں

صَمَدٌ اس کو کہتے ہیں جو خود کسی کا محتاج نہ ہو اور اسی کے سب محتاج ہوں۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ

نہ کسی کا جنا اور نہ کسی سے جنا گیا

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

اور نہیں اس کے برابر کا کوئی

اس عرضداشت کے مضمون کو اس طرح سے سمجھے کہ جیسے کوئی مفلس تو نگر سے

تو نگر بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو کر اپنی عاجزی اور مفلسی اور اس کی

تونگری اور بڑائی بیان کرتا ہے اور بڑا امیدوار ہو کر کچھ مانگتا ہے اور جس وقت وہ

مفلس عنایت بے نہایت^۱ اس بادشاہ عالی جاہ کی معلوم کرتا ہے بڑی تعظیم سے

^۱ مالدار سے مالدار بادشاہ۔

^۲ بے انتہاء توجہ۔

آرزوئے پابوسی کر کے جھکتا ہے اور کہتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ

پاک ہے میرا صاحب بڑی عظمت والا

فائدہ: رکوع دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضور میں بسبب عظمت کے پیٹھ

میری جھک گئی بعد اس تعظیم کے دعا ہے اس طرح پر کہ:

سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

سنی اللہ نے اس کی بات جس نے سراہا اسے

بعد دعا کے مدح اور ثنا ہے کہ اسے کھڑا ہو کر کہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ كَمَا
يُحِبُّ وَيَرْضَى رَبَّنَا

اے صاحب ہمارے! تیری ہی تعریف ہے بہت تعریف پاک جس
میں خوبیاں ہیں ایسی تعریف کہ جسے دوست رکھے اور راضی ہو ہمارا
صاحب۔

فائدہ: یہ کھڑا ہونا پیچھے رکوع کے دلالت ہے اس پر کہ اس عاجزی پر میں

مستقیم ہوا کہ یہ کھڑا ہونا واجب ہے۔ شبہ والے کو چاہیے کہ درمختار اور

کتا میں مثل کنز اور وقایہ کو دیکھے، قول صحیح پر یہ دعا پڑھنی سنت ہے۔

جانا چاہیے کہ اب وقت پابوسی کا ہے سجدہ کیجئے اور کہیے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى

پاک ہے میرا صاحب بہت اونچا

رکوع اور سجود میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا فرض ہے اور تین بار تسبیح منقول کہنا سنت ہے، لیکن مضمون اس مدح و ثناء کا موافق اپنے حوصلے کے سمجھنا بہت ضروری ہے کہ بعد تعظیم کے پھر کھڑا ہونا اور مدح و ثناء کا عرض کرنا اور پورا سنبھل کر زمین پر سر رکھنا سنت ہے۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ رکوع جو مقام بڑی تعظیم کا ہے اس سے بندے کو معلوم

ہوا کہ تجھ پر بڑی عنایت صاحب کی ہے جو ایسے مقام مقرر میں بدون طلب اور اجازت کسی نقیب چوہدار کے تجھ کو دخل ہوا اسی واسطے بہت سی تعریف کرتا ہے اور پیشانی اپنی خاک پر برابر اور بار بار کہتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى

اور جاننا چاہیے کہ سجدہ مقام نہایت قرب اور ظہور تجلیات جمال بادشاہی کا ہے یہ بندہ مارے ہیبت کے بعض مضمون جو نہیں کہنے پایا اسی واسطے حکم ہوا کہ ایک دم ٹھہر جا دوسری بار عرض کرے یہ مضمون ہے جلسے کا، جلسے میں یہ الفاظ کہنے نہایت خوب ہیں اور سنت ہیں حدیث

صحیح میں آئے ہیں وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ

اے اللہ! بخش مجھے اور رحم کر مجھ پر اور راہ بتا مجھے کھانا دے مجھے اور
سرفراز کر مجھے اور نقصان میرا دور کر

جلسے اور قوے میں سوادوان دعاؤں کے اور بھی صحیح حدیثوں میں منقول ہے
لیکن حنفی مذہب میں ایسا ثابت ہوا ہے کہ وہ دعائیں اگر نفل نماز کے قوے اور جلسے
میں پڑھے تو سنت ہے اس لئے کہ فرض نماز میں ان دعاؤں کا پڑھنا سنت نہیں
ہے مگر قوے میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ اور اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فرض نماز میں
بھی سنت ہے، پھر اللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر زمین پر سر رکھے اور کہے سُبْحَانَ رَبِّيْ الْاَعْلٰی اور
جانا چاہیے کہ جس وقت رکوع اور سجدہ کرے اور اللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور اس اللّٰهُ اَكْبَرُ
کے مضمون کو اسی طرح سمجھے کہ ایک بار اول میں سمجھا تھا۔

فائدہ: جس وقت یہ بندہ عرضداشت اور تعظیم اور عرض حاجات اور تسبیح

موافق اپنے حوصلے کے کر چکا تو قابلیت بیٹھنے کی حاصل کی اگرچہ بیٹھنا
سامنے ایسے بادشاہ عالیجاہ کے ترک ادب ہے لیکن مضمون اس کا مثال
پر اس طرح سمجھے کہ یہ بیٹھنا روبرو اپنے صاحب کے اس واسطے ہے کہ

مثلاً جس وقت صاحب پاؤں اپنا دراز کرے اور یہ بندہ کہ خدمت پاچے کی اس پر لازم ہے بجالا دے یا کہ منتظر حکم کا ہے لیکن اس مقام کو بھی عبادت سے خالی نہیں رکھا ہے جیسے کہ تحفہ درود اور سلام کا اور پڑھنا تشہد کا مقرر ہے اس طرح پر کہ:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

یعنی سب بندگیاں زبان کی اللہ کو ہیں اور سب بندگیاں بدن کی اور سب بندگیاں مال پاک کی سلام تم پر اے نبی! اور مہر اللہ کی اور خوبیاں اس کی سلام ہم پر اور جتنے بندے اللہ کے اچھے ہیں سب پر، گواہ ہوں میں اس بات کا کہ کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے اور گواہ ہوں میں اس کا کہ محمد ﷺ بندہ اس کا ہے اور رسول اس کا۔

پڑھنا التحیات کا قعدہ سے پہلے اور دوسرے میں واجب ہے اور بیٹھنا قعدے پچھلے میں بقدر پڑھنے التحیات کے فرض ہے اور مضمون قعدہ آخر کا اس طرح سمجھے کہ یہ وقت دربار کے رخصت کا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ کر کے باہر آیا چاہیے اور السَّلَامُ عَلَيْكَ اس دربار کے صاحب کا یہ ہے کہ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَ
۱۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سلام کا طریقہ یہ ہے التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الخ.....

الصَّلَوةَ وَالطَّيِّبَاتُ بَعْدَ اس کے سلام نبی ﷺ پڑھے اس طرح السَّلَامُ عَلَيْكَ
 أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اور اپنے واسطے اور سب بندوں کے واسطے اس
 طرح ہے کہ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ بعد اس کے تشہد ہے اور
 تشہد کہتے ہیں گواہی دینے کو وہ یہ ہے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

جانا چاہیے کہ یہ گواہی توحید کی ہے، خدا کو ایک جانے اور اس کی بندگی میں کسی
 کو شریک نہ کرے اور پیغمبر ﷺ کو اس کا بندہ جانے اور رسول اس کا پہچانے اور
 معلوم کرے کہ ایسے مضمون زبان پر لانے اور دل میں یقین کرنے سے مسلمان ہوا
 ہے اور نماز فرض ہوئی اور اسی پر ختم ہوئی اور معلوم رکھے کہ جس مضمون پر مدار کسی
 کام کا ہوتا ہے تکرار اسی مضمون کے آخر آیا کرتی ہے اس واسطے پہلے تکبیر تحریمہ ہے
 کہ قصد حاضر ہونے دربار خاص کا کرتے ہیں۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پڑھتے ہیں یعنی میں نے
 منہ کیا اسی طرف کہ جس نے زمین اور آسمان بنائے ایک طرف کا ہو رہا ہے اور میں
 شریک نہیں کرتا۔ اور اندر نماز کے بھی یہ مضمون بہت ہے جیسے لَا إِلَهَ غَيْرُكَ اور
 اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ موجود ہے اور جس وقت دربار سے رخصت ہووے تو
 یہی عہد و پیمان کر اٹھے کہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ

وَرَسُولُهُ بَعْدَ اس کے درود پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

الہی رحمت خاص بھیج اوپر محمد کے اور آل محمد کے جیسے رحمت خاص بھیجی تو
نے اوپر ابراہیم کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگی والا

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

الہی برکت بھیج اوپر محمد ﷺ کے و آل محمد کے جیسے کہ برکت بھیجی تو نے
ابراہیم علیہ السلام کے اوپر اور آل ابراہیم کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگ

اب ادب کے ساتھ نماز سے باہر آنا چاہیے، باہر آنا نماز سے فرض ہے اور تحیہ
مسنون نماز سے باہر آنے کا شروع میں یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
منفرد کو چاہیے کہ وقت سلام کے فرشتوں کرام کاتبین کی جو اس کے دہنے اور بائیں
ہیں نیت کرے اور مقتدی جو امام کے پیچھے برابر ہے امام اور دہنی طرف والے
مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور اسی طرح بائیں طرف کے سلام میں امام اور
بائیں مقتدی اور فرشتوں کی نیت کرے اور جو مقتدی کہ امام کے دہنے ہے دہنے سلام
میں مقتدی اور فرشتوں کی جو اس سے دہنے میں نیت کرے اور بائیں سلام میں امام اور

مقتدی اور فرشتوں کی اور مقتدی بائیں طرف کے کنارے والا علیٰ ہذا القیاس، اس کے بعد ایک دعا پڑھی سنت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

یا اللہ! تو ہی ہے سلام اور تجھی سے ہے سلام اور برکت والا ہے تو اے
صاحب بزرگی اور بخشش کے

جانا چاہیے جو بندہ پانچ وقت بیچ دربار ایسے پادشاہ عالی جاہ کے بے منت اور
اور احسان کسی دوسرے کے حاضر ہو کے سرفراز ہوا تو پھر لازم ہے کہ جو اپنے مالک
کے سامنے اقرار کر آیا اس پر قائم رہے، یہ نہیں کہ پانچ وقت پروردگار کے سامنے
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ آوے بعد اس کے کسی اور کو پوجے اور وقت
مصیبت کے کسی اور کو پکارے اور مدد چاہے اور لازم ہے کہ جو خدا سے دعا کرے
کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تو اس کو تحقیق کرے کہ صراط مستقیم کہ راہ
رضامندی حق تبارک تعالیٰ کی کیا ہے۔ اور کمال شفقت سے اس بندے کے واسطے
پروردگار نے تین رکعت نماز وتر مقرر فرمائی ہے کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ اپنے
خالق کے سامنے عزیز ہوتا ہے اور نماز وتر واجب ہے اوپر قول صحیح کے اور دعائوت

پڑھنا تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے قراءت کے پیچھے واجب ہے، وہ دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغِيْثُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَ
نُثْنِيْ عَلَیْكَ الْحَمْدَ وَنَشْكُرُكَ وَ لَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتَّكِلُ مَنْ
يَغْفِرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ لَكَ نُصَلِّي وَ نَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰی وَ
نَخْفِدُ وَ نَرْجُو اَرْحَمَتَكَ وَ نَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ

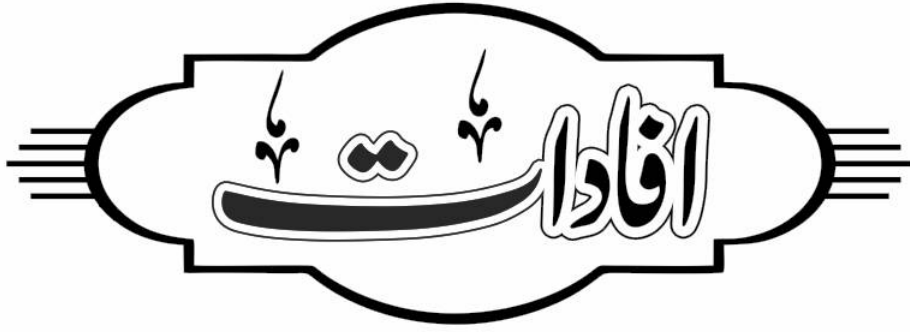
اے اللہ! ہم مدد چاہتے ہیں تجھ سے اور بخشنا چاہتے ہیں ہم تجھ سے،
اور ایمان لائے ہیں ہم ساتھ تیرے اور بھروسہ کرتے ہیں ہم اوپر
تیرے اور تعریف کرتے ہیں ہم تیری اور شکر کرتے ہیں ہم تیرا اور نہیں
انکار کرتے ہم تیرا اور دور کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں ہم اس کسی کو جو
نافرمانی کرے تیری، اے اللہ! تجھی کو پوجتے ہیں ہم اور تیسری ہی
نماز پڑھتے ہیں ہم اور سجدہ کرتے ہیں ہم اور تیری ہی طرف دوڑتے
ہیں ہم اور خدمت کو حاضر ہوتے ہیں ہم اور امید رکھتے ہیں تیسری
مہربانی کی اور ڈرتے ہیں ہم عذاب تیرے سے مقرر عذاب تیرا
منکروں کو لگنے والا ہے۔

۱۔ یقیناً آپ کا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

اب بندہ مؤمن کو چاہیے کہ اپنے دل کی طرف ذرا انصاف سے رجوع کرے کہ یہ سب اقرار جو اسے حضور کے وقت میں سامنے اپنے مالک کے کرے اور موافق اس اقرار کے عمل میں نہ لاوے پھر روز جزا کے کون سا منہ لگا کے اس قہار کے سامنے جاوے گا۔ ایمان نام فقط اقرار ہی کا نہیں بلکہ اقرار ساتھ یقین کے چاہیے کہ ثمر اس کا عمل ہے اور عوام جو اس بات سے بے خبر ہیں خواص کو واجب ہے کہ ان کو آگاہ کریں کہ جو منہ سے اقرار کریں اس کو عمل میں لاویں۔



۱۔ نماز میں حاضری کے وقت جو اقرار اپنے مالک کے سامنے کر آیا، اگر اس کا عمل اس اقرار کے موافق نہ ہو تو پھر کس منہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔



حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر سورۃ فاتحہ اور حقیقتہ الصلوٰۃ مختصر تعارف

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دو تصانیف کے بارے میں حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مفصل تعارف تحریر فرمایا ہے..... اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:

① تفسیر سورۃ فاتحہ کی یہ تقریر ۲۳۵ھ میں ایک مرتبہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

نے لکھنؤ میں بھی چند جید علماء کے سامنے کی تھی اور وہ بھی اس سے بے

خدمتِ متاثر ہوئے..... ان علماء میں لکھنؤ کے نامور عالم، مفسرِ قرآن حضرت مولانا محمد اشرف بن نعمۃ اللہ لکھنوی بھی شامل ہیں..... آپ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے سرفراز ہوئے..... فرماتے ہیں کہ اس دن مجھے دو فائدے حاصل ہوئے..... ایک تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ نے ایسی بیان کی کہ میں نے باوجود کئی تفسیروں کے مضمون یاد ہونے کے کبھی نہیں سنی تھی..... اور دوسرا اسی شب کو حضرت رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

❶ یہ تفسیر اپنی سلاست اور روانی میں شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ کی موضح قرآن کے بعد اردو زبان میں دوسری کوشش ہے۔

❷ یہ تفسیر موضوع اور اندازِ بیان دونوں کے اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے، اس میں آج بھی شگفتگی اور دل آویزی موجود ہے جو قدم قدم پر دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

❸ ان رسالوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ اور ان کے خلفاء نے جہاں اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے وہاں ان خاصانِ خدا نے اردو زبان کو بھی بڑی ترقی دی ہے۔

⑤ ان رسائل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو دینی باتوں کے سمجھانے کے لیے عام فہم، سلیس اور ٹھیک اردو میں مختصر رسالے لکھنے کی داغ بیل سب سے پہلے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ڈالی تھی، انہی کی روش ان کے خلفاء اور مریدانِ باخلاص شاہ اسماعیل شہید، مولانا خرم علی بلہوری المتوفی ۱۲۷۳ھ اور اولادِ حسن قنوجی المتوفی ۱۲۵۳ھ رحمۃ اللہ علیہم نے اختیار کی اور روزمرہ کی سادہ اردو میں مفید رسالے لکھے۔

⑥ ان رسائل سے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بلند علمی مقام کا بھی اندازہ ہوتا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری و باطنی جامعیت عطاء فرمائی تھی..... آپ کو مشکل سے مشکل مسائل سیدھی سادی مثالوں سے سمجھانے پر بڑی قدرت حاصل تھی..... حضرت مولانا عبدالحی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر علماء جن کا ثانی کم پیدا ہوگا اپنے شبہات علمی آپ سے پوچھتے اور حل کراتے تھے۔



لیکنا لکھی محمد مبارک

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں تصانیف:

① تفسیر سورۃ فاتحہ

② حقیقۃ الصلوٰۃ

کی پہلی اشاعت ۱۲۳۵ھ کلکتہ سے ہوئی۔ اس اشاعت کا ”خاتمة الطبع“ ملاحظہ فرمائیں..... (یاد رہے کہ پچھلے دور میں کسی کتاب کو شائع کرتے وقت اس کا مختصر تعارف ”خاتمة الطبع“ کے نام سے کتاب کے آخر میں ”ناشر“ کی طرف سے شامل کیا جاتا تھا۔)

”الحمد لله کہ تفسیر الحمد لله کی ہندی زبان میں جو حضرت رئیس المؤمنین، امام العارفین، سید المسلمین، قدوة السالکین، پیر و مرشد حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے، نفع پہنچائے اللہ ہم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو ان کی بقاء سے اور زاید کرے فیض اور ارشاد ان کا، آپ اپنی زبان فیض و ہدایت ترجمان سے فرما کے جامع علوم

ظاہری و باطنی جناب مولانا عبدالحی صاحب دام فیضہ سے تحریر کروائی، اور حقیقت صلوٰۃ کی جو بیانِ نماز پنجگانہ ہے اور کئی فائدوں کے ساتھ جسے ایک فاضل کامل حضرت پیر و مرشد کے سریدوں میں سے حضرت کی زبانِ اقدس سے سُن کر ہندی زبان میں لکھا ہے، اہتمام سے عاصی پیر خان اور وارث علی کے جناب مولوی محمد علی صاحب کی تصحیح سے مولوی بدر علی صاحب کیلئے چھاپے ہوئے تھے۔ اگر عالی ہمت کسی مقام پر عبارت محاورے کے مخالف پاویں تو زبان طعنہ کی دراز نہ کریں کیونکہ مقصود چھاپنے سے محض خیر خواہی جماعتِ مسلمین کی اور بہتری خواص و عوامِ مؤمنین کی ہے نہ آرائش الفاظ کی۔ لہذا جو قلمی مولوی صاحب ممدوح کا تھا اگرچہ بعض مقام پر خلافِ محاورہ ہووے بعینہ جمادی الآخرہ کی بانیسویں تاریخ ۱۳۳۷ھ میں علی ہاجرہا الصلوٰۃ والسلام طبع ہوا۔“



حقیقۃ الصلوٰۃ کی تاریخی حیثیت

سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اردو تصانیف میں حقیقۃ الصلوٰۃ سب سے پہلی اور آخری تصنیف ہی نہیں بلکہ اردو زبان میں اپنے طرز کی واحد کتاب ہے۔ حقیقۃ الصلوٰۃ کے موضوع پر یہ وہ تاریخی اور انقلاب آفریں تقریر ہے جو موصوف نے تیسری مرتبہ دہلی میں آمد کے موقع پر ۱۲۳۳ھ، ۱۸۱۸ء میں شیخ الاسلام مولانا عبدالحی بن ہبۃ اللہ بڈھانوی المتوفی ۱۲۴۳ھ، ۱۸۲۸ء اور حجۃ الاسلام مولانا محمد اسماعیل بن عبد الغنی دہلوی شہید جیسے عبقریوں کے سامنے انہیں دو رکعت نماز پڑھانے اور بیعت کرنے سے قبل کی تھی۔ چنانچہ صاحب مخزن احمدی مولوی سید محمد علی بن عبد السبحان رائے بریلوی المتوفی ۱۲۶۷ھ، ۱۸۵۰ء کا بیان ہے:

”سید مجاہدین (سید احمد شہید) شاہجہان آباد دہلی میں آئے تو اسی مسجد میں جس کا ذکر اوپر آیا ہے کچھ ساتھیوں کے ساتھ فروکش ہوئے، اتفاقاً مولانا شاہ عبد القادر صاحب^۱ جو اسی مسجد میں قیام پذیر تھے ان

سے ملنے کے لئے مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ کے ہمراہ تشریف لائے اثنائے گفتگو میں اسرار صلوٰۃ اور حضور قلب کا ذکر آیا حضرت مولانا عبد القادر صاحب[ؒ] نے حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تصوف و اخلاق کی کتابوں میں جیسے کہ احیاء العلوم وغیرہ ہے قدما نے نہایت تفصیل سے کلام کیا ہے محض علم سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا اور بغیر مرشدِ کامل اس مقصد تک رسائی بہت مشکل ہے بلکہ قریب قریب محال ہے۔ اگر اس مقصد سے تم کو عشق ہے تو اس نو وارد جوان کی خدمت میں رہو جو سید احمد کے نام سے مشہور ہے اس امر کی تحصیل میں تاخیر نہ کرو اور کمرِ ہمت کس لو، اور اس کی صحبت میں رہو۔ مولانا عبدالحی صاحب نے بغور ان باتوں کو سنا اور اپنے مقصد کے حصول میں عجلت سے کام لیا اور نہایت انکسار اور تضرع سے اس مقصدِ عظیم کے حصول کی درخواست کی۔ امام مجاہدین نے نماز کی کیفیت اس طریقہ پر بیان فرمائی جو اس رسالہ میں جس کا نام حقیقۃ الصلوٰۃ ہے، مذکور ہے۔ یہ رسالہ سید شہید رحمۃ اللہ کی تصنیف ہے سید شہید رحمۃ اللہ نے بات کو اس پر ختم کر دیا کہ مولانا صاحب یہ مقصد گفتگو سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہی نماز ہے جو حضرت جبریل امین نے پروردگار عالم کے حکم سے خود امام بن کر سید الانبیاء ﷺ کو آغازِ نبوت میں پڑھائی تھی، آؤ اور کھڑے ہو کر دو رکعت نماز کے تحریمہ کی نیت میری اقتدا میں باندھو۔ مولانا علیہ الرحمۃ نے حسب الارشاد موصوف کی اقتداء میں اسی جگہ میں دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی۔ موصوف اکثر فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے ان دو رکعتوں میں پایا ہے وہ کبھی عمر میں نہیں پایا۔

مولانا موصوف نے نماز سے فراغت کے بعد سید شہید رحمۃ اللہ سے اجازت لی، اپنے گھر تشریف لائے اور فوراً مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کو جو مولانا مدوح کے نامور تلامذہ میں سے تھے بلا کر ان دو رکعتوں کا حال اسی طریقہ پر جو رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ میں مذکور ہے من و عن بیان فرمایا۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ مولانا کا ہاتھ پکڑ کر سید شہید رحمۃ اللہ کی خدمت میں آئے اور مولانا موصوف کی طرح مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ نے بھی بعد فراغت نماز اپنا مقصد پالیا۔“



تاثر کا عالم

حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز کو وہی علوم سے جو حصہ وافر ملا تھا اس سے سید شہید رحمۃ اللہ محروم نہیں رہے۔ انہیں بھی اس نعمت سے نوازا گیا۔ یوں سید شہید رحمۃ اللہ کو ظاہری و باطنی جامعیت حاصل ہوئی۔ دیکھو کمال باطنی کا یہ حال تھا کہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو آپ کی صحبت ہی نے خدا رسیدہ بنا دیا تھا۔

جب جہاد کی دعوت دی تو خلق خدا پر جو اثر ہوا ہے اس کا نقشہ حافظ محمد حسین مراد آبادی نے حسب ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:

”ہندوستان کے مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور پھر جہاد کی نفیر عام کی۔ مریدوں کے قلوب کو مسخر کیا، معتقدوں کو اپنی طرف کھینچا اور اپنے فیض باطنی سے عام و خاص پر ایسی توجہ فرمائی کہ دیارِ ہند کا مسلمان بھائی بھائی کو، بیٹا ماں کو باپ بیٹے اور بیٹی کو اور شوہر بیوی کو چھوڑ کر حضرت ممدوح کے ساتھ ہولیا۔“



حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ کی ایک جہادی عبارت

صراطِ مستقیم ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۱م کی تالیف ہے جب سید شہید ۳۲ سال کے تھے، اس امر کی صراحت اس کتاب کے فصل چہارم کے افادہ پنجم میں ملتی ہے۔ چنانچہ جہاد کے بیان میں جو زمانہ جہاد کے عین مناسب مذکور ہے۔ (حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:)

”جاننا چاہئے کہ جہاد بے انتہا فوائد اور منافع والا فعل ہے جس کی منفعت کئی طرح سے ہر خاص و عام کو پہنچتی ہے اس کا فائدہ بارانِ رحمت کی طرح نبات و حیوان اور انسان کو احاطہ کئے ہوئے ہے اس امر عظیم کے فوائد کی دو قسمیں ہیں ایک — تو وہ عام فائدہ ہے کہ جس میں فرمانبردار مؤمن، سرکش کافر، بدکار اور منافق بلکہ جن و انس، حیوان اور نبات سب اس میں شریک ہیں اور منافع مخصوصہ جو مخصوص جماعتوں کو پہنچتے ہیں یعنی بعض لوگوں کو ایک خاص طرح کا فائدہ پہنچتا ہے اور دوسرے لوگوں کو دوسری طرح کا، لیکن اس کی منفعت عامہ کا بیان جیسا کہ صحیح تجربہ سے ثابت ہوا ہے، یہ ہے کہ حکام کی عدالت، اہل معاملات

کی دیانت، مالداروں کی بخشش و سخاوت اور عام لوگوں کی نیک نیتی کے باعث برکاتِ آسمانی جیسے وقت پر بارش، نبات کی کثرت، کاروبار کی برکت، وباؤں اور آفتوں کا ٹلنا، مال و دولت کا بڑھنا، اہل ہنر اور اربابِ کمال کا زیادہ سے زیادہ ظاہر ہونا ہے ایک روشن حقیقت اور اسی طرح دین حق کی شوکت، دیندار بادشاہوں کے عروج اور اطرافِ عالم میں ان کی حکومت کے ظہور اور مذہبِ حق کے لشکروں کی قوت اور دیہات اور شہروں میں احکامِ شرع کے پھیلنے کی وجہ سے روئے زمین پر آسمانی برکتیں سو گنا زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ برکاتِ سماویہ کے نازل ہونے میں ہندوستان کی حالت کا روم اور توران کی حالت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے بلکہ اس زمانہ ۱۲۳۳ھ میں ہندوستان کی حالت یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب بن چکا ہے ذرا اس حالت سے جو اس ملک کی اس سے دو تین سو برس پہلے تھی آسمانی برکتوں کے نازل ہونے اور اولیائے عظام اور علمائے کرام کے ظاہر ہونے سے مقابلہ کرنی چاہئے۔ حقیقت خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔“

[صراطِ مستقیم، مطبع ضیائی میرٹھ، ۱۲۸۵ھ۔ ص ۱۰۵ و ۱۰۶]

